قیمت: پانچ روپے Rs. 5/-

ہفت روزہ
الجمعیۃ
نئی دہلی

جلد:۳۴ شمارہ:۴۸ ۲۶رنومبر تا۲ردسمبر۲۰۲۱ء — ۲۰تا۲۶ر ربیع الآخر۱۴۴۳ھ
Year-34 Issue-48 26 Nov. - 2 Dec. 2021 Page 16

اترپردیش، اتراکھنڈ، پنجاب، منی پور اور گوا کے

اسمبلی انتخابات ۲۰۲۲ء

اپوزیشن اتحاد وقت کی اہم ضرورت

جب بھی اقتدار پر کسی ایک پارٹی کا قبضہ ہوتا ہے تو اسے صرف اور صرف اپوزیشن اتحاد ہی چیلنج کرسکتا ہے۔ ہماری سیاسی تاریخ کی تو یہ ہی شہادت ہے۔

محمد سالم جامعی

آئندہ سال فروری ۲۰۲۲ء میں پانچ صوبوں اترپردیش، اتراکھنڈ، پنجاب، منی پور اور گوا میں اسمبلی انتخابات ہونے والے ہیں جن میں پنجاب کے علاوہ باقی چار صوبوں میں بی جے پی کی حکمرانی ہے۔ اب سب کی نگاہیں اس بات پر ٹکی ہوئی ہیں کہ بی جے پی کا ان ریاستوں میں کیسا مظاہرہ ہوگا۔ اترپردیش، اتراکھنڈ، پنجاب، گوا اور منی پور میں اگلے سال کی شروعات میں انتخابات ہوں گے۔ اس میں بی جے پی کو پنجاب کے علاوہ جہاں کانگریس کی حکومت ہے، باقی چار ریاستوں میں اپنی حکومت کو بچانے کی جدوجہد کرنی ہے۔ چونکہ کورونا کی دوسری لہر کے بعد یہ پہلے ریاستی اسمبلی انتخابات ہیں، یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ یہ دوسری لہر سراسر سرکاری بدانتظامی کا شکار رہی اس لیے عوام کے دلوں میں یہ سوال پیدا ہونا ایک فطری بات ہوگی کہ کیا ان اسمبلی انتخابات میں بی جے پی کو اپنی صوبائی حکومتوں کی بدانتظامی کا خمیازہ بھگتنا پڑسکتا ہے اور کیا ان انتخابات میں کوئی بڑا الٹ پھیر ہوسکتا ہے جبکہ کسانوں کی جاری تحریک اور حال ہی میں لکھیم پور کھیری میں مودی کیبنٹ کے وزیر داخلہ اجے مشرا کے بیٹے اشیش مشرا پر چار کسانوں کو اپنی گاڑی سے کچلنے کے الزامات نے بی جے پی کی مشکلیں مزید بڑھادی ہیں۔ سیاسی مبصرین کا کہنا ہے کہ بی جے پی کو اترپردیش سمیت شمالی ہند کی ریاستوں میں کافی حد تک اس کی قیمت چکانی پڑسکتی ہے جبکہ بعض سیاسی مبصرین کہہ رہے ہیں کہ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ صرف یہ واقعات ان انتخابات میں بی جے پی کو شکست دینے کے لیے کافی ہوں گے تو یہ اس کی غلط فہمی ہی ہے، یہ تو ہوسکتا ہے کہ جن ریاستوں میں انتخابات ہونے والے ہیں وہاں بی جے پی ۲۰۱۷ء کے اسمبلی انتخابات جیسا مظاہرہ نہ کرسکے۔

(باقی ص۱۴ پر)

اندر پڑھیے
• اتحادِ امت: مذہبی فریضہ اور سماجی ضرورت ص۵ • سوشل میڈیا اور اسلام ص۸
• سستی و کسل مندی: ایک لمحۂ فکریہ ص۹ • اسلام میں ہمسایوں اور پڑوسیوں کے حقوق ص۱۰

افغانستان: طالبان شیعہ کمیونٹی کے محافظ لیکن اعتماد کی کمی

کابل میں ایک شیعہ مسجد کے باہر طالبان کے مسلح فائٹرز چوکس ہوکر کھڑے ہوئے ہیں تاکہ اندر موجود ہزارہ کمیونٹی کے افراد سکون کے ساتھ نماز ادا کرسکیں۔ طالبان اور ہزارہ کمیونٹی کے درمیان یہ ایک 'نیا رشتہ' ہے کیونکہ ماضی میں ایک عرصے تک طالبان کے حملہ آور اس کمیونٹی کو نشانہ بناتے رہے ہیں۔ تاہم اب ہزارہ کمیونٹی کے سب سے بڑے دشمن داعش یا 'اسلامک اسٹیٹ' کے جنگجو ہیں اور طالبان اسی وجہ سے اس کمیونٹی کی حفاظت پر معمور ہیں۔ ابوالفضل العباس کے باہر ایک ہزارہ محافظ سہراب بھی موجود ہے۔ اس کا ایسوسی ایٹیڈ پریس سے گفتگو کرتے ہوئے کہنا تھا کہ وہ طالبان کے ساتھ کام کرتے ہوئے مطمئن ہیں، وہ اب ہماری مسجد میں کبھی کبھار نماز بھی ادا کرتے ہیں۔ اس ہزارہ محافظ کا مکمل نام سکیورٹی وجوہات کی بنا پر نہیں بتایا جا رہا۔ تاہم ہر کوئی طالبان سے ابھی بھی مطمئن نہیں ہے۔ وہاں پر سید عقیل بھی اپنی اہلیہ اور آٹھ سالہ بیٹی کے ساتھ موجود تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ طالبان ابھی بھی جہادی لباس پہنے ہوئے ہیں۔ جو یہاں آتا ہے، تو اسے ابھی بھی یہ محافظ کم اور جہادی زیادہ لگتے ہیں۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ اگر حلیہ دیکھا جائے تو ابھی بھی طالبان اور داعش کے جنگجوؤں میں فرق کرنا مشکل ہے۔

اقتدار میں آنے کے بعد سے طالبان خود کو اعتدال پسندوں کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔ ماضی میں جب طالبان کی حکومت آئی تھی، تو وہ بہت مختلف تھے اور اس وقت ہزارہ کمیونٹی کو ہر طرح سے دبانے کی کوشش کی گئی تھی۔ طالبان خود کو بین الاقوامی سطح پر تسلیم بھی کروانا چاہتے ہیں اور اس کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ ملک کی اقلیتوں کی حفاظت کریں۔ دوسری جانب بہت سے ہزارہ اب بھی شک وشبہات کے شکار ہیں۔ ان کے مطابق طالبان کی زیادہ تر تعداد پشتون ہے اور وہ کبھی بھی انہیں برابر کے افغان تسلیم نہیں کریں گے۔ ہزارہ کمیونٹی کے رہنما کئی مرتبہ طالبان قیادت سے ملاقاتیں کر چکے ہیں اور انہیں حکومت میں شامل کرنے کی اپیل بھی دہرا چکے ہیں۔ اس حوالے سے طالبان کا فی الحال کوئی ٹھوس اقدام سامنے نہیں آیا۔

کئی ہزارہ افراد کے مطابق انفرادی سطح پر متعدد طالبان جنگجو اب بھی ان کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھتے ہیں۔ انہیں خوف ہے کہ طالبان کسی بھی وقت اپنی پالیسی تبدیل کر سکتے ہیں۔ ایک ہزارہ مولوی محمد جواد کا کہنا تھا کہ ماضی کے مقابلے میں طالبان کچھ بہتر ہیں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ کوئی ایک یا یکساں قانون نہیں ہے۔ ہر انفرادی طالب کا اپنا ایک قانون ہے۔ یہی ایک وجہ ہے کہ لوگ اب بھی ان سے خوفزدہ ہیں، تاہم ماضی کے مقابلے میں بہت سی تبدیلیاں واضح ہیں۔ مثال کے طور پر طالبان نے شیعہ کمیونٹی کو اپنی تمام تر مذہبی رسومات کی ادائیگی کی اجازت فراہم کر رکھی ہے اور اس میں عاشورہ بھی شامل ہے۔

طالبان نے ابتدائی طور پر ہزارہ کمیونٹی سے ہتھیار ضبط کر لیے تھے لیکن داعش کے خونریز حملوں کے بعد طالبان نے زیادہ تر کیسوں میں ہتھیار واپس کر دیے ہیں تاکہ یہ کمیونٹی اپنی حفاظت خود بھی کر سکے۔ جمعہ کے روز طالبان کے فائٹر ہزارہ کمیونٹی کی تقریباً ہر مسجد کے باہر حفاظت کے لیے موجود ہوتے ہیں۔ طالبان حکومت کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد کا اس حوالے سے کہنا ہے کہ 'ہم سب کو ایک محفوظ ماحول فراہم کر رہے ہیں، خاص طور پر ہزارہ کمیونٹی کو۔ ان سب کو افغانستان میں ہی رہنا چاہیے، ملک کو چھوڑ کر جانا کوئی اچھی آپشن نہیں ہے۔

بین الاقوامی برادری طالبان پر دباؤ ڈالے ہوئے ہے کہ وہ قومی حکومت تشکیل دیتے ہوئے اقلیتوں کو بھی اس میں شامل کریں۔ طالبان کی کابینہ میں تقریباً سبھی مرد ہیں اور ان کا تعلق بھی ان کی اپنی ہی تحریک سے ہے۔ انتظامیہ میں اعلیٰ ترین درجے کا جو عہدہ ایک ہزارہ کمیونٹی کے شخص کو دیا گیا ہے، وہ نائب وزیر صحت کا ہے۔ چند ہزارہ صوبائی عہدوں پر فائز ہیں لیکن یہ وہ ہزارہ ہیں، جو بہت پہلے طالبان تحریک میں شامل ہو گئے تھے اور انہی کے نظریات کے حامی ہیں۔ ایک سابق رکن پارلیمان علی اکبر جمشیدی کا کہنا تھا کہ ہزارہ کمیونٹی کو کابینہ کے ساتھ ساتھ انٹیلی جنس اور سکیورٹی ایجنسیوں میں شامل کیا جانا چاہیے، طالبان ہم سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ان کے پاس مستقل کی حکومت تشکیل دینے کا موقع موجود ہے لیکن وہ اس موقع سے فائدہ نہیں اٹھا رہے ہے۔□□

ایک اور نائن الیون کا خواب

فغانستان میں امریکہ کی ذِلّت آمیز شکست کے باوجود پاکستان ہی نہیں، بلکہ دنیا بھر میں امریکی نمک خوار اپنے خواب وخیال کی دنیا میں امریکہ کو فاتح قرار دیے بیٹھے ہیں۔ جن لوگوں نے پری اسکول کے زمانے سے امریکی اور یورپی تہذیب و ثقافت کو اوڑھنا شروع کیا تھا اور عمر کے ساتھ ساتھ مغربی طرزِ زندگی کے ہر بت کو تعریفی نگاہوں سے دیکھا تھا، ایسے لوگوں کے سامنے امریکہ اور اس کی ٹیکنالوجی کا بت دھڑام سے گر کر کرچی کرچی بھی کیوں نہ ہو جائے وہ اس میں اس کی کوئی نہ کوئی توجیہہ ضرور نکال لیتے ہیں۔ کابل میں طالبان کے فاتحانہ داخلے کے دن، میرے ملک کا یہ نمک خوار امریکی نواز طبقہ یہ راگ الاپ رہا تھا کہ امریکہ نے تو افغانستان میں اپنے مقاصد حاصل کر لیے تھے، وہ آسامہ بن لادن کے پیچھے آیا تھا اسے شہید کر دیا گیا، اور ساتھ ہی وہ القاعدہ کے خاتمے کے لیے آیا تھا، اور اس نے القاعدہ کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ اب تو اس نے جانا ہی تھا۔ چلا گیا۔ پاکستان میں اس طرح بے پر کی اڑانے اور حقائق سے ماورا گفتگو کرنے والے یونیورسٹیوں، این جی اوز اور سول سوسائٹی کی بھیڑ میں آپ کو بے شمار ملیں گے۔ کوئی ان عقلمندوں سے پوچھے کہ آسامہ بن لادن کو تو ۲؍ مئی ۲۰۱۱ء کو ایبٹ آباد میں شہید کر دیا گیا۔ اس کے بعد امریکہ تقریباً دس سال تین ماہ وہاں رہا۔ یہ تقریباً ۳۴۷۰ دن بنتے ہیں۔ امریکہ نے اس بیس سالہ جنگ میں روزانہ اوسطاً تین سو ملین یعنی تیس کروڑ ڈالر بے مقصد خرچ کیے ہیں۔ اس حساب سے اس عقلمند ملک امریکہ نے آسامہ بن لادن کو مارنے کا ہدف پورا ہونے کے بعد بھی ایک لاکھ ۲۱ ہزار دو سو کروڑ ڈالر خرچ کیے ہیں۔ شاید اسے بموں کی پھلجھڑیاں اچھی لگتی تھیں یا گولوں کی آتش بازی سے لطف اندوز ہو رہا تھا کہ وہ اتنے دن افغانستان میں رہا، اتنی خطیر رقم جنگ میں جھونکتا رہا۔ امریکی پنٹاگن، سی آئی اے اور اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ کے اس فیصلے پر امریکی کانگرس بھی چپ بیٹھی رہی اور آسامہ بن لادن کی موت اور القاعدہ کی کمر توڑنے کے باوجود افغانستان میں سرمایہ برباد کرنے کی منظوری دیتی رہی۔ اس جنگ کی ایک خوفناک حقیقت ایسی ہے جو امریکی اور عالمی عسکری اتحاد کے منہ پر صدیوں تک کالک کی طرح چسپاں رہے گی، اور وہ یہ کہ جس افغانستان میں اکتوبر ۲۰۰۱ء کو امریکہ اور نیٹو اس لیے داخل ہوئے تھے کہ ہم اس سرزمین کو القاعدہ سے پاک کریں گے تاکہ وہ اسے امریکہ کے خلاف استعمال نہ کرسکے، وہ امریکی جاتے ہوئے ایسا کچھ نہ کرسکے اور انہوں نے اس کی ضمانت طالبان سے لی کہ وہ اپنی سرزمین کو امریکہ کے خلاف استعمال نہیں ہونے دیں گے۔

امریکی اسلحہ ساز کمپنیاں اپنے پالتو سیاست دانوں اور زیرِ اثر تھنک ٹینکوں کے ذریعے یہ تصور عام کر رہی ہیں، کہ اگر امریکہ نے جنگ کرنا چھوڑ دیا تو امریکی معیشت بالکل بیٹھ جائے گی۔ اسلحہ ساز فیکٹریاں دن رات چلتی ہیں تو کروڑوں لوگوں کو رزق فراہم کرتی ہیں اور امریکی حکومت کی جھولی ٹیکسوں سے بھر دیتی ہیں۔

یہ عالی دماغ امریکہ پرست دانشور ایک اور منطق بھی جھاڑتے ہیں کہ دیکھو اس جنگ میں امریکہ کا کیا بگڑا، لیکن افغانوں نے امریکہ سے لڑ کر اپنا ملک تباہ کروا لیا۔ یہ امریکہ پرستی کی انتہا ہے۔ امریکی بت کو پرستش کی نگاہوں سے دیکھنے والوں کو اندازہ تک نہیں ہوتا کہ یہ بت بالکل کھوکھلا ہو چکا ہے اور ایک دن اپنے قدموں میں ویسے ہی گر جائے گا جیسے ۱۹۹۲ء میں دوسری بڑی عالمی قوت سوویت یونین گری تھی۔ جس امریکہ میں ۲۰۰۵ء سے لے کر اب تک سپاہیوں میں خودکشی کی رفتار اتنی بڑھ چکی ہو کہ اوسطاً ایسے ۲۲ فوجی روزانہ خودکشی کرتے ہوں جو افغانستان اور عراق کی جنگوں سے واپس لوٹے تھے اور جس ملک کے فوجیوں میں جنگ کی دہشت سے پیدا ہونے والے پاگل پن جسے PTSD کہتے ہیں کا شکار پانچ لاکھ سے زیادہ ہو چکے ہوں اور ان پانچ لاکھ پاگلوں کی دیکھ بھال کی ذمہ داری اب امریکی نظام صحت پر آن پڑی ہو کیونکہ امریکی معاشرہ اپنے پاگلوں کو گھروں میں نہیں رکھتا۔ محبت سے سرشار گرل فرینڈ بھی ڈبڈبائی آنکھوں سے اپنے محبوب کو نفسیاتی وارڈ میں چھوڑ جاتی ہے۔ جنگ کی یہ قیمت صرف انسانی المیے کی حد تک ہے، جبکہ معیشت دان جس تباہی کی طرف اشارہ کر رہے ہیں وہ اس قدر خوفناک ہے کہ ان کے مطابق امریکہ پر ایسا وقت جلد آئے گا کہ صرف پیسے کی ہوس میں ڈوبی ہوئی اسلحہ سازی فیکٹریاں ہی خوشحال رہ جائیں، باقی امریکی عوام بدترین افلاس کا شکار ہو جائیں گے۔ افغانستان میں ذِلت آمیز شکست کے بعد جس معاشی زوال کا امریکہ کو سامنا ہے اس کا حل بہت خوفناک اور ظالمانہ تجویز کیا جا رہا ہے۔ اس کو Keynesianism Military کہتے ہیں، یعنی ایک ایسی معاشی پالیسی جس کے تحت حکومت اپنی فوجی، عسکری اور اسلحہ جاتی اخراجات کو بڑھاتی ہے جس کے نتیجے میں ملک میں معاشی ترقی آتی ہے۔ یہ دراصل قدیم معاشی ماڈل ہے جو Keynese نے دیا تھا کہ صنعتی ترقی کا ایک رس ٹپکنے والا اثر ہوتا ہے۔ یعنی جب سرمایہ دار کا پیالہ بھر جاتا ہے تو دولت اس کے کناروں سے چھلکنے لگتی ہے اور یوں غریب آدمی بھی مستفید ہوتا ہے۔ امریکی اسلحہ ساز کمپنیاں جنہوں نے افغانستان کی جنگ سے تقریباً ڈیڑھ ہزار ارب ڈالر کمایا ہے، وہ اب اپنے پالتو سیاست دانوں اور زیرِ اثر تھنک ٹینکوں کے ذریعے یہ تصور عام کر رہی ہیں، کہ اگر امریکہ نے جنگ کرنا چھوڑ دیا تو امریکی معیشت بالکل بیٹھ جائے گی۔ اسلحہ ساز فیکٹریاں دن رات چلتی ہیں تو کروڑوں لوگوں کو رزق فراہم کرتی ہیں اور امریکی حکومت کی جھولی ٹیکسوں سے بھر دیتی ہیں۔ ایسے (باقی صـ۱۴ پر)

دریچۂ پاکستان

اسد مفتی

آپ تاریخ سے ہاتھا پائی نہیں کر سکتے

برٹش نیشنل پارٹی (پی این پی) کے چیئرمین اور پارٹی سربراہ نے پارٹی کتابچہ کی اس تحریر کا دفاع کیا ہے جس میں کہا گیا کہ ملک میں ''سیاہ برطانوی'' اور ''ایشیائی برطانوی'' نہیں پائے جاتے جبکہ ایسا کہنا خون بہائے بغیر نسل کشی کرنا ہے۔ نشریاتی ادارے کو دیئے گئے اپنے ایک انٹرویو میں گریفن نے کہا کہ نسلی طور پر جو افراد غیر ملکی ہیں انہیں برطانوی کہنا مناسب نہیں اس کے بجائے نسلی غیر ملکیوں، کا لفظ استعمال کرنا چاہیے کتابچے کے مواد پر تبصرہ کرتے ہوئے گریفن نے کہا کہ سماجی بنیادوں پر یہ افراد سیاہ برطانوی رہائشی ہیں اس سے بڑھ کر زیادہ برطانوی نہیں ہیں جیسے کوئی ہانگ کانگ میں رہنے والا انگلش شخص چینی ہے۔

۱۹۹۰ء کے آغاز سے یورپ ایک ایسے مسئلے سے دوچار ہے جسے وہ ''مسلم مسئلہ'' کہتا ہے یہ مسئلہ کیا ہے؟ آیئے میں اپنے حساب سے عرض کرتا ہوں، مسلم تارکین وطن جو یورپ میں آ کر آباد ہوگئے ہیں پندرہ سے بیس ملین کے لگ بھگ ہیں جن میں دو ملین سے زائد صرف انگلینڈ میں ہیں۔ یورپ بھر میں بسنے والے یہ لوگ اب تک خود کو یورپ کی سوسائٹی، جسے آپ معاشرہ اور سماج بھی کہتے ہیں، سے ہم آہنگ نہیں کر سکے یا ہو سکے اور یہاں رہتے ہوئے بھی یہ اپنی ایک الگ تھلگ دنیا میں جی رہے ہیں کہ یہ لوگ اپنا ماضی بھی کاندھے پر اٹھائے چلتے پھرتے ہیں اور یہی بات ترقی یافتہ یورپ برداشت نہیں کرسکتا کہ اس سے کشیدگی پیدا ہوتی ہے اور اب یہی کشیدگی اس کی قوت برداشت سے باہر ہو رہی ہے۔ تقریباً ہر یورپین کے دل میں یہ بات چھپی ہوئی ہے کہ مسلم تارکین وطن کی موجودگی یورپ کی مجموعی ترقی کے لیے مضر ہے اس پر بم دھماکے، فسادات، حجاب پردہ برقع اور حلال اشیا کے لیے مسلمانوں کے مطالبات، شرعی عدالتیں اور القاعدہ وداعش وطالبان سے ان کی ہمدردیاں ان کو مغرب کی نظروں میں مشکوک بناتی ہیں، یورپین اس کو اپنے لئے ایک طنز اور خوف سمجھتے ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کچھ عرصہ قبل گستاخانہ خاکوں کے خلاف لندن میں جو مظاہرے ہوئے تھے ان میں ایک پاکستانی نوجوان عمر خیام، جس کو جیل کی سزا ہو چکی تھی اور جو پیرول پر رہا ہوا تھا، نے ایک خودکش بمبار کا لباس اور کیل کانٹے سے لیس ہوکر مظاہرے میں شرکت کی تھی، کرکٹ اور فٹ بال کے عاشق اہل لندن اپنے درمیان ایک خودکش کو کیسے برداشت کر سکتے ہیں؟ یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ خودکش نہیں تھا لیکن یہ لباس اس کے ذہن کی شعوری یا لاشعوری خواہش کا اظہار یقیناً تھا اور پھر اس مظاہرے میں لوگوں نے اسامہ کے حق میں نعرے لگائے اسامہ کو بلاؤ'' اسامہ آن دی وے''۔ ان تمام باتوں سے یورپین یہ بات محسوس کرتے ہیں کہ اس قسم کی ذہنیت کبھی بھی ان کے لیے خطرہ بن سکتی ہے۔ انگلینڈ میں مسلم امہ کے جو راہنما ہیں ان کا کیا رویہ ہے اس کی ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ ایک مسلم تنظیم کے راہنما اور ترجمان ایک پاکستانی انجم چودھری سے جب بی بی سی کے نمائندے جرمی پیکس مین نے یہ سوال کیا کہ ''آپ ایسے ملک میں کیوں رہ رہے ہیں جہاں کی اقدار وتہذیب آپ کو پسند نہیں ہیں؟'' اس کا جواب تھا آپ سے یہ کس نے کہہ دیا کہ برطانیہ انگریزوں کی ذاتی ملکیت ہے؟ اگر مجھے رہنے کے لیے کسی جنگل میں جانا پڑا تو میں جانوروں کی طرح نہیں رہوں گا، میں خود بھی ڈھنگ سے رہوں گا اور جنگلیوں کو بھی جینے کا سلیقہ اور طریقہ سکھاؤں گا۔'' میرے حساب سے ایسا کہنے والے کی دو ہی صورتیں ہیں یا تو وہ خودفریبی کا شکار ہے یا پھر عقل وہوش سے بیگانہ اور خلل دماغ کا مریض ہے اگر وہ صحیح الدماغ بھی ہو اور خوف فریبی کا شکار نہ بھی ہو تو پھر یہ طے ہے کہ وہ جان بوجھ کر خلق خدا کو دھوکہ دے رہا ہے۔ میں نے اپنے اس کالم کے آغاز میں برطانیہ کی جس سیاسی پارٹی برٹش نیشنل پارٹی (بی این پی) کا ذکر کیا ہے فنانشل ٹائمز کے مطابق بی این پی کے ترجمان نے بتایا ہے کہ پارٹی کی طرف سے ان پمفلٹوں کی تقسیم کا مقصد مسلمانوں کے جذبات واحساسات کو مجروح کرنا نہیں بلکہ عوام کو یہ سوچنے کا موقع دینا ہے کہ مغرب کی جمہوری اقدار اور مسلمانوں کی قرون وسطیٰ کی اقدار میں کتنی خلیج حائل ہے یہ نظریہ اپنی جگہ پر سچ ہے لیکن تجزیہ نگاروں کا خیال ہے کہ مغربی ممالک کی حکومتیں اور یورپین پارلیمنٹ ان کے مسائل کو حل کرنے میں ناکام ہو چکی ہیں اس لئے اب میڈیا کو اس کے بارے میں کچھ کرنا ہوگا۔ آج کے مسلمانوں کی رہنمائی کرنے والے مولویوں اور نام نہاد دانشوروں کی اکثریت ساتویں اور آٹھویں صدی کی اسلامی روایات کو مثال سمجھتی ہے اور ان کا یقین ہے کہ ان روایات کی بحالی ہی دنیا پر اسلام کو غلبہ دلانے کا واحد طریقہ ہے۔ ہر باشعور مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اس گروہ کو ساتویں صدی کی ذہنیت سے باہر نکالے۔ میرے حساب سے جمہوریت جیسی بھی ہو اپنے اندر ایک خاص طرز کا حسن وجمال رکھتی ہے۔ اس میں ایک منفرد قسم کا بانکپن اور جلال پایا جاتا ہے، جمہوری ملکوں کے جمہوری حکمران، دانشور، ادیب وشاعر اور فنکار وصحافی ہر آن عوامی جذبہ واحساس کی پوٹلی اپنی بغل میں رکھتے ہیں اور ملک وقوم اور سوسائٹی پر آئے بُرے وقت اور فیصلے کی ہر گھڑی میں اس کی خوشبو سے رہنمائی لیتے ہیں۔ آج ہمیں جن حالات کا سامنا ہے وہ تہذیبوں کا تصادم نہیں بلکہ وہ تصادم ہے جو غیر رواداری کے سبب پیدا ہوئے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ میں بھی سوچتا ہوں آپ بھی سوچئے۔

ہفت روزہ
الجمعیۃ
نئی دہلی

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

کسان تحریک کے سامنے مودی حکومت کی پس روی

۱۹ر نومبر ۲۰۲۱ء کو غیر متوقع طور پر سکھوں کی پرکاش پرو کی مذہبی تقریب کے موقع پر ہمارے ”آپدا کو اوسر“ میں بدلنے کے ماہر وزیر اعظم مسٹر نریندر مودی نے کسانوں کی ایک سالہ جدوجہد اور اپنے سات سو سے زائد کسان جیالوں کو کھودینے کے بعد آخر کار وہ تینوں زرعی قوانین واپس لینے کا اعلان کرہی دیا ہے جنھیں کسان اپنے حق میں مہلک اور نقصان دہ قرار دے رہے تھے اور جن کے خلاف وہ دہلی کی سرحدوں پر مسلسل ایک سال سے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر سردی، گرمی اور بارش کی پرواہ کیے بغیر لاکھوں کی تعداد میں ڈٹے ہوئے تھے۔ مسٹر مودی، ان کی حکومت کے وزراء اور بی جے پی کا ہر چھوٹا بڑا لیڈر ایک ہی راگ الاپ رہا تھا کہ یہ سب اپوزیشن کا ڈرامہ ہے۔ وہ کسانوں کو گمراہ کررہا ہے، حکومت کو امید تھی کہ کسان تھک ہار کر اپنے گھر کو لوٹ جائیں گے اور حکومت اڈانی اور امبانی کو خوش کرنے کے اپنے مقصد میں کامیاب ہوجائے گی، مگر ”اے بسا آرزو کہ خاک شدہ“ کے مصداق حکومت کی یہ امید پوری نہیں ہوئی اور مسٹر مودی کو زبردست سبکی برداشت کرتے ہوئے زرعی قوانین کی واپسی کا اعلان کردینا پڑا۔ اب یہاں پر سوال یہ ہے کہ یہ اعلان مودی حکومت کی غلطی تسلیم کرکے اس کا اظہارِ ندامت ہے یا ۲۰۲۲ء کے اوائل میں ہونے والے پانچ صوبائی اسمبلی انتخابات میں ناکامی کا خوف؟ اتر پردیش اور اتراکھنڈ میں زمینی حالات روز بروز بی جے پی مخالف بنتے جارہے تھے جبکہ پنجاب میں کوئی اس کا نام لینے کے لیے بھی تیار نہیں تھا۔ اس طرح مسٹر مودی نے اتر پردیش اور اتراکھنڈ میں شکست کے خوف سے یہ قدم اُٹھایا ہے۔ وہیں پنجاب میں داؤ پر لگی اپنی ساکھ بچانا بھی اس کے پیش نظر ہے۔ ہریانہ کی صورتحال بھی تقریباً پنجاب جیسی بنتی جارہی ہے۔ بی جے پی نے وہاں اپنے قدم جمائے رکھنے اور آئندہ اسمبلی انتخابات تک حالات وہاں اپنے لیے سازگار بنا لینے کا نقطۂ نظر بھی اس میں شامل ہے، اس کے ساتھ ساتھ اس میں خود مودی جی کی اپنی شبیہ کا بھی معاملہ شامل ہے۔

اس بات سے ہر شخص واقف ہے کہ مسٹر مودی کو پارٹی کے مفاد اور آر ایس ایس کے نظریات سے بھی زیادہ اپنی شبیہ کی فکر ہے۔ انھیں گمان ہے کہ ان کی اس شبیہ کی وجہ سے ملک کی تمام ریاستوں میں پارٹی کو فائدہ پہنچ رہا ہے۔ یہی سبب ہے کہ بی جے پی اپنے ہر کام کے لیے وزیر اعظم کو کریڈٹ دیتی ہے اور ان کی بڑی بڑی تصویریں یہاں وہاں لگواتی ہے۔ سرکاری اور پرائیویٹ اداروں سے ’تھینک یو مودی‘ کے بینر بھی لگوائے جاتے ہیں لیکن مذکورہ تینوں زرعی قوانین کی وجہ سے مودی کی شبیہ بری طرح متاثر ہورہی تھی۔ وہ کسی طرح کسانوں کو یہ سمجھا نہیں پارہی تھی کہ یہ قوانین اس کے لیے فائدے مند ہیں۔ ان کی جانب سے تھینک یو مودی کے بینر نہیں لگ پارہے تھے، بی جے پی کا یہ دعویٰ فیل ہورہا تھا کہ یہ کسانوں کی آمدنی کو دگنا کرنے کی کوشش کررہی ہے۔

دوسری طرف کسان تحریک میں مودی پر براہِ راست حملے شروع ہوگئے تھے۔ ان کے پتلے جلائے جانے لگے تھے اور ان کے خلاف نعرے بازیاں ہونے لگی تھیں۔ رفتہ رفتہ یہ احتجاج صرف زرعی قوانین تک محدود نہیں رہ گیا تھا بلکہ مہنگائی اور بے روزگاری جیسے مسائل کا بھی اس میں احاطہ ہونے لگا تھا۔ بی جے پی کے اندر بھی اس فیصلے کے خلاف آوازیں اٹھنے لگی تھیں۔ منی پور کے گورنر ستیہ پال ملک، بی جے پی ایم پی ورون گاندھی اور سابق مرکزی وزیر چودھری وریندر سنگھ نے کسانوں کی تحریک کی کھل کر حمایت کردی تھی۔ اسی طرح پارٹی کے دیگر کسان لیڈروں نے بھی اس تحریک سے ہونے والے نقصان کی طرف توجہ مبذول کرانی شروع کردی تھی، یہاں تک کہ آر ایس ایس کے سابق جنرل سکریٹری بھیاجی جوشی بھی کھلے عام یہ کہنے پر مجبور ہوئے تھے کہ اس کا کوئی حل نکلنا چاہیے۔ وزیر اعظم نے اپنی اسی شبیہ کو بچانے کے لیے ان تینوں قوانین کو واپس لینے کا اعلان کیا ہے۔

گزشتہ ایک سال کے دوران تحریک میں شامل ۷۰۰ سے زیادہ کسانوں کی موت ہوچکی ہے اور سینکڑوں کی تعداد میں ایسے کسان ہیں جن پر مختلف طرح کے مقدمات قائم کیے گئے اور یو اے پی اے جیسا قانون لگا کر انھیں جیل بھیج دیا گیا ہے۔ اس ایک سال کے دوران بی جے پی کے لیڈروں اور خود حکومت کے کئی وزراء نے کسانوں کو غدارِ وطن، ملک دشمن، خالصتانی، دہشت گرد، دشمنوں کا آلہ کار، شرپسند اور پتہ نہیں کیا کیا کہا تھا۔ تحریک کو سبوتاژ کرنے کے لیے متوازی کسان یونین بنائی گئی اور حکومت کے حق میں ان سے بیانات بھی دلوائے گئے۔ کسانوں کو فضول قسم کے مذاکرات میں بھی اُلجھانے کی کوشش کی گئی۔ ہزار مشکلوں اور دقتوں کے باوجود کسان اپنے موقف پر ڈٹے رہے اور پوری استقامت کے ساتھ تحریک کو جاری رکھا۔ یہ کسانوں کا عزم و حوصلہ ہی تھا جس نے پورے ملک کو ان کے ساتھ کھڑا کردیا ہے اور معاشرے کے ہر طبقہ کی انھیں حمایت حاصل ہوئی۔ ملک کی کئی ریاستوں میں ان قوانین کے خلاف قرارداد یں پاس کی گئیں اور انھیں کسان دشمن ٹھہرا کر انھیں واپس لینے کا مطالبہ کیا گیا۔

اب جبکہ وزیر اعظم نے تینوں قوانین کی تنسیخ کا اعلان کردیا ہے، کسانوں کو تحریک ختم کرکے اپنے اپنے گھروں کو چلا جانا چاہیے تھا لیکن کسان رہنماؤں کو شاید وزیر اعظم کے زبانی اعلان کا اعتبار نہیں ہے اور انھوں نے ایوان میں قانون کی عملی تنسیخ کا انتظار کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

مایوسی کے اس ماحول میں یہ جیت ایک عظیم جمہوری قدروں کی جیت ہے۔ اس کو برقرار رکھنے کے لیے ہمیں دوسرے سلسلوں کی طرف بھی رجوع کرنا پڑے گا۔ پانی، جنگل اور زمین سے متعلق پرانی تحریکوں کو زندہ کرنا ہوگا اور شہریت اور شناخت سے متعلق اقدار کی بحالی کی جدوجہد بھی کرنی ہوگی۔ یقیناً یہ آسان نہیں ہوگا لیکن زندگی میں کون سی لڑائیاں آسانی سے جیتی جاتی ہیں؟ کسان تحریک نے یاد دلایا ہے کہ طویل عرصے تک چلنے والی پرامن اور اپنی اقدار پر قائم رہنے والی تحریکیں بالآخر کامیاب ہوتی ہیں۔ یہ ایک بڑی فتح ہے لیکن جمہوریت کو بچانے کے لیے ہمارے سامنے اس سے بھی بڑی لڑائیاں باقی ہیں۔ انصاف کا ایک چیلنج ابھی لکھیم پور کیس میں بھی باقی ہے۔ وزیر اعظم کو اب دوسرا قدم جو اُٹھانا چاہیے وہ یہ ہے کہ وہ اپنے وزیر مملکت برائے داخلہ اجے مشرا سے استعفیٰ لیں اور اس بات کو یقینی بنائیں کہ یوگی حکومت ان کے بیٹے کے خلاف مناسب قانونی کارروائی کی راہ میں جو رکاوٹیں پیدا کررہی ہے انھیں دور کرتے ہوئے انصاف کیا جائے گا۔

بہرحال متنازعہ زرعی قوانین واپس لیے جانے کا اعلان بھی ایک بڑی کامیابی ہے اور یہ کسانوں کی جیت کے ساتھ ملک کی جمہوریت اور آئینی اقدار کی سربلندی کا بھی اظہار ہے۔ کسانوں کی تحریک ہندستان میں جمہوریت کی طاقت کا بھی امتحان تھی اور اس امتحان میں ملک کی جمہوریت بھی کھری اُتری ہے۔ ملک کے کسانوں نے ثابت کردیا ہے کہ جمہوریت میں حکومت کے خلاف متحدہ جدوجہد ہی نہ صرف کامیابی کا راستہ ہے بلکہ اس سے جمہوریت بھی مضبوط و توانا ہوتی ہے۔ اس جدوجہد سے سبق لیتے ہوئے حکومت کو دوسرے متنازع قوانین سی اے اے اور این آر سی کو بھی واپس لینے پر غور کرنا چاہیے، اس لیے کہ سمجھدار حکومت وہی ہوتی ہے جو حالات سے سبق لے کر آئندہ کے لیے منصوبہ سازی کرتی ہے۔□□

جواہر القرآن

سورۂ سجدہ-۳۲ | ترجمہ آیات: ۲۳-۲۴ | **حضرت شیخ الہندؒ**

○ اور ہم نے دی ہے موسیٰ کو کتاب سو تو مت رہ دھوکے میں اس کے ملنے سے (ف۱) اور کیا ہم نے اس کو ہدایت بنی اسرائیل کے واسطے۔

○ اور کیے ہم نے ان میں پیشوا جو راہ چلاتے تھے ہمارے حکم سے جب وہ صبر کرتے رہے (ف۲) اور رہے ہماری باتوں پر یقین کرتے (ف۳)

فوائد: —— **علامہ شبیر احمد عثمانیؒ**

ف۱ یہ درمیان میں جملہ معترضہ ہے یعنی بیشک و شبہ موسیٰ کو کتاب دی گئی اور آپ کو بھی اسی طرح کی کتاب ملی، اس میں کوئی دھوکا اور فریب نہیں۔ یا موسیٰ کے ذکر پر فرما دیا کہ تم جو موسیٰ سے شبِ معراج میں ملے تھے وہ سچی حقیقت ہے، کوئی دھوکا یا نظر بندی نہیں۔

ف۲ دنیا کے شدائد اور منکرین کے جور وسِم پر۔

ف۳ یعنی مسلمان اللہ کے وعدوں پر یقین رکھیں اور سختیوں پر صبر کرکے اپنے کام پر جمے رہیں تو ان کے ساتھ بھی خدا کا یہ ہی معاملہ ہوگا۔ چنانچہ ہوا اور خوب ہوا۔

انوارِ احادیث

• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کو جسمانی بیماری میں مبتلا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتے کو حکم دیتے ہیں کہ اس بندہ کے وہی سب نیک اعمال لکھتے رہو جو یہ (تندرستی کے زمانے) میں کیا کرتا تھا۔ پھر اگر اس کو شفا دیتے ہیں تو اسے (گناہوں سے) دھو کر پاک صاف فرما دیتے ہیں اور اگر اس کی روح قبض کر لیتے ہیں تو اس کی مغفرت فرماتے ہیں اور اس پر رحم فرماتے ہیں۔ (ابویعلی، مسند احمد، مجمع الزوائد)

• حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اُم عمارہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے یہاں تشریف لائے۔ انھوں نے آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا۔ آپؐ نے ان سے فرمایا: تم بھی کھاؤ۔ انھوں نے عرض کیا: میرا روزہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب روزہ دار کے سامنے کھانا کھایا جاتا ہے تو کھانے والوں کے فارغ ہونے تک فرشتے اس روزہ دار کے لیے رحمت کی دُعا کرتے رہتے ہیں۔ (ترمذی)

• حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے بعض ایمان والے بندے اور ایمان والی بندی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مصائب اور حوادث آتے رہتے ہیں کبھی اس کی جان پر، کبھی اس کی اولاد پر، کبھی اس کے مال پر (اور اس کے نتیجہ میں اس کے گناہ جھڑتے رہتے ہیں) یہاں تک کہ وہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرتا ہے کہ اس کا ایک گناہ بھی باقی نہیں رہتا۔ (ترمذی)

اترپردیش، اتراکھنڈ، پنجاب، منی پور اور گوا کے اسمبلی انتخابات ۲۰۲۲ء

اپوزیشن اتحاد وقت کی اہم ضرورت

صفحہ اوّل کا بقیہ

لیکن انتخابی مقابلہ میں ووٹوں کی تقسیم کا فطری فائدہ بی جے پی کو ضرور مل سکتا ہے اس لیے کہ ان تمام ریاستوں میں کثیر جہتی مقابلے کا امکان ہے جس سے بی جے پی مخالف ووٹوں کی تقسیم ہوگی اور اس کا سیدھا فائدہ بی جے پی کو ملے گا۔ جہاں تک کانگریس کا تعلق ہے اس کے لیے بھی یہ انتخابات بالواسطہ فائدہ مند ثابت ہوسکتے ہیں، ان اسمبلی انتخابات میں کانگریس بھلے ہی بی جے پی کو ہریانے میں کامیاب نہ ہو لیکن ۲۰۲۲ء کے اسمبلی انتخابات کے بعد وہ کئی ایسی ریاستوں میں بڑی پارٹی بن کر اُبھر سکتی ہے جہاں اس کا سیدھا مقابلہ بی جے پی سے ہوتا ہے۔ ان انتخابات میں عام آدمی پارٹی اور ترنمول کانگریس (ٹی ایم سی) بھی بیحد کوششیں کررہی ہیں، جس سے کانگریس کے امکانات کو دھچکا لگے گا کیونکہ یہ پارٹیاں کانگریس کے ووٹ میں ہی سیندھ لگائیں گی جو بی جے پی کو اقتدار دلانے کے لیے کافی ہوں گے۔ اس لیے ضروری ہے کہ بی جے پی مخالف ووٹوں کو تقسیم ہونے سے روکنے اور بی جے پی کو ہرانے کے لیے اپوزیشن ایک ایسے اتحاد کا مظاہرہ کرے جو حکومت کے قیام میں بھی مددگار ثابت ہو۔ اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ تمام اپوزیشن پارٹیاں اپنے اپنے مفادات چھوڑ کر ایک ساتھ آئیں جس میں بہرحال کانگریس اہم رول ادا کرسکتی ہے۔ اتر پردیش کی کانگریس انچارج مسز پرینکا گاندھی بھی صوبہ میں کافی سرگرم ہیں۔ کسانوں کی حمایت، لکھیم پور کھیری حادثہ اور اس سے پہلے متعدد عصمت دری اور قتل کے واقعات، نیز حال ہی میں ان کا یہ اعلان کہ اتر پردیش میں چالیس فیصد ٹکٹ خواتین کے لیے مخصوص ہوں گے ان کی جدوجہد کے چند عنوانات ہیں۔ لڑکیوں کو اسمارٹ فون اور اسکوٹی، ساتھ ہی آنگن باڑی خواتین ورکروں کو دس ہزار روپے ماہانہ تنخواہ دینے کا وہ اعلان کرچکی ہے جو ظاہر ہے اتر پردیش میں خواتین کے لیے بے حد دلچسپی کا باعث ہوگا اور یہ سب باتیں آئندہ انتخابات میں گیم چینجر ثابت ہوسکتی ہیں۔ کانگریس کا چالیس فیصد ٹکٹ خواتین امیدواروں کو دینے کا فیصلہ ایک بڑا قدم ہے لیکن یہ بہت دیر سے اُٹھایا گیا قدم ہے اور خواتین ووٹروں کی حمایت بٹورنے کے لیے شاید کافی نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ کانگریس نے اتر پردیش کے ان انتخابات کے لیے ایک بڑا ایجنڈا طے کردیا ہے اور اس سے اس کے ووٹ فیصد میں بھی اضافہ ہوجائے گا لیکن پھر بھی اگر وہ اکیلے انتخاب لڑتی ہے تو بی جے پی کو فیصلہ کن چیلنج دیتی نظر نہیں آرہی ہے اس لیے کہ گزشتہ تین انتخابات میں اس کا ووٹ فیصد چھ سے اوپر نہیں جاسکا ہے۔ اتر پردیش میں بی ایس پی نے بھی تنہا انتخاب لڑنے کا اعلان کردیا ہے جبکہ ایس پی واضح کرچکی ہے کہ وہ کسی بڑی پارٹی سے اتحاد نہیں کرے گی جس کا صاف مطلب کانگریس اور ایس پی ہے۔ اس طرح اگر کانگریس، ایس پی اور بی ایس پی ایک دوسرے کے خلاف کھڑے رہیں گے تو وہ بی جے پی کو چیلنج نہیں دے پائیں گے۔ ان تینوں پارٹیوں کے پاس تقریباً پچاس فیصد ووٹ ہیں۔ سماجوادی پارٹی کے زیادہ تر حامی یادو ہیں، دلتوں اور خاص طور سے جاٹو طبقہ میں بی ایس پی کی مقبولیت ہے جبکہ کانگریس کا ملا جلا ووٹ ہے۔ یہ تینوں پارٹیاں آپس میں مسلم ووٹ حاصل کرتی رہی ہیں جس سے یہ ووٹ تقسیم ہوجاتے ہیں۔ اس لیے کم سے کم ان تینوں پارٹیوں کو تو باہمی اتحاد کی سخت ضرورت ہے، تبھی بی جے پی مخالف ووٹ تقسیم سے بچ سکے گا اور اگر اس اتحاد میں لوک دل بھی شامل ہوجائے تو یہ بی جے پی کے اوسان خطا کرنے کے لیے کافی ہوسکتا ہے۔

۲۰۱۷ء کے اسمبلی انتخابات میں ۳۹ فیصد ووٹ حاصل کرنے والی بی جے پی کو شکست دینے کے لیے کسی بھی پارٹی کو اس سے تقریباً سات سے آٹھ فیصد ووٹ زیادہ حاصل کرنے ہوں گے اور ووٹوں کی یہ تعداد کسی بڑے اپوزیشن اتحاد کے ذریعے ہی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس سے جہاں بی جے پی کے ووٹ فیصد میں گراوٹ آئے گی وہیں اس کا بھی امکان ہے کہ ایس پی کا ووٹ فیصد بڑھ جائے جو کہ ۲۰۱۷ء میں سب سے بڑی اپوزیشن پارٹی بن کر اُبھری تھی۔ اگر اتر پردیش میں اپوزیشن متحد ہوجاتا ہے تو بی جے پی کے لیے ہونے والا یہ نقصان متحدہ اپوزیشن کے لیے فائدہ مند ہوسکتا ہے۔

جہاں تک اتراکھنڈ کا تعلق ہے تو کہا جارہا ہے کہ اتراکھنڈ میں لوگ بی جے پی کے پانچ سالہ دورِ حکومت سے خوش نہیں ہیں، حالانکہ پہاڑی لوگوں نے بی جے پی کو ریاست میں بڑی اکثریت دلائی تھی لیکن پورے پانچ سال وہاں کوئی حکومت استحکام حاصل نہیں کرپائی اور اس دوران پارٹی نے تین وزرائے اعلیٰ تبدیل کیے۔ ۲۰۲۲ء کے اسمبلی انتخابات میں کانگریس اور بی جے پی کے درمیان مقابلہ تھا اور کانگریس کے پاس بی جے پی کو ہرانے کا کافی موقع تھا مگر پارٹی کے اندرونی خلفشار نے بی جے پی کو اقتدار تک پہنچادیا جبکہ آئندہ انتخابی مقابلے میں ''عاپ'' کے آجانے کے بعد اس کے لیے یہ انتخاب آسان نہیں ہوگا۔ صوبے کے ووٹروں نے پہلے انتخابات میں تیسرے متبادل کی تلاش کی طرف اپنا رجحان دِکھایا تھا اس لیے کہ دونوں روایتی حریف پارٹیوں کانگریس اور بی جے پی کو ملا کر ساٹھ سے پینسٹھ فیصد ووٹ ہی ملے تھے، اب اتراکھنڈ کے رائے دہندگان کے پاس 'عاپ' کا متبادل موجود ہے۔ 'عاپ' بھلے ہی اپنے دم پر انتخاب نہ جیت پائے لیکن اسے اتنے ووٹ تو مل ہی سکتے ہیں جو کانگریس کی امیدوں پر پانی پھیر دیں جس سے بی جے پی کو اپنے آپ ہی سبقت مل سکتی ہے۔ یہاں حالیہ انتخابات میں اگر کانگریس کو آگے بڑھنا ہے تو اسے سابقہ حکومتوں کا عدم استحکام عوام کو دِکھا کر عوام کو یہ یقین دلانا ہوگا کہ وہ ان کے مسائل کے تعلق سے سنجیدہ ہے اس لیے کہ اتراکھنڈ مسائل کا انبار بنا ہوا ہے۔ گوا کے انتخابی میدان میں ٹی ایم سی اور عاپ کے آنے سے ریاست میں کثیر جہتی مقابلہ ہوسکتا ہے۔ منقسم اپوزیشن کی وجہ سے بی جے پی مخالف ووٹ منقسم ہوں گے جس سے بی جے پی کو فائدہ ہوگا۔ ادھر گوا میں کانگریس اب ۲۰۱۷ء جیسی نہیں رہی کیونکہ کئی لیڈر پارٹی بدل چکے ہیں اور دوسری پارٹیوں میں شامل ہوگئے ہیں۔ حال ہی میں سابق وزیر اعلیٰ لوئی زنہو فلیریو کانگریس سے ٹی ایم سی میں چلے گئے۔

جہاں تک سوال منی پور کا ہے تو بہت کچھ اس بات پر منحصر ہے کہ بی جے پی انتخاب سے پہلے یا پھر انتخابات کے بعد اتحاد کیسے بناتی ہے۔ پنجاب میں اس مرتبہ بھی کانگریس کی واپسی کی امید کی جارہی ہے۔ کانگریس نے چرنجیت سنگھ چنی کو وزیر اعلیٰ بنا کر دلت سکھ کارڈ کھیل دیا ہے جس کا اسے بہرحال فائدہ مل سکتا ہے اس لیے کہ پنجاب میں دلت سکھوں کا ووٹ فیصد ۳۴ ہے جو کسی بھی پارٹی کو اقتدار کے گلیاروں تک پہنچا سکتا ہے۔

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ اس وقت پورے ملک پر سیاسی طور پر بی جے پی کا ہی دبدبہ ہے اور تاریخ بتاتی ہے کہ جب کبھی کسی ایک پارٹی کا دبدبہ ہوجائے تو متحد اپوزیشن ہی اسے چیلنج کرسکتا ہے۔ ۱۹۷۷ء اور ۱۹۸۹ء کے لوک سبھا انتخابات میں کانگریس کو اس وقت زبردست جھٹکا لگا تھا جب جنتا پارٹی یا جنتا دل کے گروپ متحدہ ہوگئے تھے، پھر ۱۹۹۸ء اور ۱۹۹۹ء کے لوک سبھا انتخابات کے دوران کانگریس کو بی جے پی نے چیلنج کیا۔ جب اس نے مختلف علاقائی پارٹیوں کے ساتھ اتحاد کرکے انتخابات میں حصہ لیا اور این ڈی اے کے نام پر مسلسل پانچ سال اقتدار پر قابض رہی۔ این ڈی اے حکومت کو ۲۰۰۴ء اور ۲۰۰۹ء کے انتخابات میں کانگریس نے یو پی اے تشکیل دے کر چیلنج دیا تھا۔ اس لیے آج کے حالات کے تناظر میں اس سچائی سے صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا کہ آج بھی بی جے پی کو متحدہ اپوزیشن ہی للکار سکتا ہے۔ ہندستان کے لوگوں کے موجودہ سیاسی مزاج کو دیکھتے ہوئے کوئی اور منصوبہ بی جے پی کو انتخابی دوڑ میں پیچھے نہیں کرسکتا۔□□

ضروری ہے کہ بی جے پی مخالف ووٹوں کو تقسیم ہونے سے روکنے اور بی جے پی کو ہرانے کے لیے اپوزیشن ایک ایسے اتحاد کا مظاہرہ کرے جو حکومت کے قیام میں بھی مددگار ثابت ہو۔ اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ تمام اپوزیشن پارٹیاں اپنے اپنے مفادات چھوڑ کر ایک ساتھ آئیں جس میں بہرحال کانگریس اہم رول ادا کرسکتی ہے۔ اتر پردیش کی کانگریس انچارج مسز پرینکا گاندھی بھی صوبہ میں کافی سرگرم ہیں۔

۲۰۲۲ء کے اسمبلی انتخابات میں کانگریس اور بی جے پی کے درمیان مقابلہ تھا اور کانگریس کے پاس بی جے پی کو ہرانے کا کافی موقع تھا مگر پارٹی کے اندرونی خلفشار نے بی جے پی کو اقتدار تک پہنچادیا جبکہ آئندہ انتخابی مقابلے میں ''عاپ'' کے آجانے کے بعد اس کے لیے یہ انتخاب آسان نہیں ہوگا۔

اگر کانگریس، ایس پی اور بی ایس پی ایک دوسرے کے خلاف کھڑے رہیں گے تو وہ بی جے پی کو چیلنج نہیں دے پائیں گے۔ ان تینوں پارٹیوں کے پاس تقریباً پچاس فیصد ووٹ ہیں۔ سماجوادی پارٹی کے زیادہ تر حامی یادو ہیں، دلتوں اور خاص طور سے جاٹو طبقہ میں بی ایس پی کی مقبولیت ہے جبکہ کانگریس کا ملا جلا ووٹ ہے۔ یہ تینوں پارٹیاں آپس میں مسلم ووٹ حاصل کرتی رہی ہیں جس سے یہ ووٹ تقسیم ہوجاتے ہیں۔ اس لیے کم سے کم ان تینوں پارٹیوں کو تو باہمی اتحاد کی سخت ضرورت ہے۔

جب بھی کسی ایک پارٹی کا دبدبہ ہوجائے تو متحد اپوزیشن ہی اسے چیلنج کرسکتا ہے۔ ۱۹۷۷ء اور ۱۹۸۹ء کے لوک سبھا انتخابات میں کانگریس کو اس وقت زبردست جھٹکا لگا تھا جب جنتا پارٹی یا جنتا دل کے گروپ متحدہ ہوگئے تھے، پھر ۱۹۹۸ء اور ۱۹۹۹ء کے لوک سبھا انتخابات کے دوران کانگریس کو بی جے پی نے چیلنج کیا۔ جب اس نے مختلف علاقائی پارٹیوں کے ساتھ اتحاد کرکے انتخابات میں حصہ لیا اور این ڈی اے کے نام پر مسلسل پانچ سال اقتدار پر قابض رہی۔

میزان

مفتی محمد ثناء الہدیٰ

اتحادِ امت: مذہبی فریضہ اور سماجی ضرورت

اتحادِ امت شرعی اور سماجی ضرورت ہے جبکہ اختلاف رائے کا وجود فطری ہے، اس لیے ہم شرعی ضرورت کے پیش نظر اتحاد امت کے پابند ہیں اور فکر ونظر کے اختلاف کے باوجود اتحاد امت اور وحدت امت کو اپنی ایمانی اور اسلامی زندگی کا نصب العین سمجھتے ہیں، اختلاف کلمۂ واحدہ کے ماننے والوں کے درمیان عقائد کا ہو یا فروعی مسائل کا، ادارے تنظیموں، جماعتوں یا جمیعتوں کا ہو یا افراد کے مابین، ان کو عملی زندگی میں برتنے کے کچھ شرعی اصول وحدود ہیں، حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ اختلاف کی سرحدوں کو پہچاننا چاہیے، احکام ومسائل کے بیان کرنے میں احتیاط سے کام لینا چاہیے۔

یہاں اس بات کو خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اتحادِ امت کا مطلب تمام مذاہب و مسالک کا ادغام یا تمام مذاہب ومسالک سے مشترکہ چیزوں کو لے کر نیا مذہب بنانا نہیں ہے؛ بلکہ اتحاد امت کا مطلب اپنے مسلک ومذہب پر عامل رہتے ہوئے دوسرے مسلک ومذہب والوں کا احترام اور فروعی مسائل کو نزاعی بنانے سے اجتناب ہے؛ اسی طرح اختلاف رائے سے مراد وہ اختلاف وافتراق ہے جو امت اجابت کے درمیان ہے، امت دعوت یعنی غیر مسلموں سے اتحاد مراد نہیں ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مسلمان ایک امت ہیں، ان کے اتحاد کی بنیاد کلمہ، قبلہ، کتاب اور رسول کا ایک ہونا ہے، ان کے علاوہ عقیدۂ آخرت، دخول جنت وجہنم، نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ کی فرضیت، جہاد اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی مشروعیت میں سبھی متحد ومتفق ہیں؛ اس لیے مسلمان ایک امت ہیں؛ بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو دو آسمانی مذاہب کے ماننے والے یہودی اور نصرانی تک کو بعض امور مشترکہ کی وجہ سے ایک امت کہہ کر ان کے خلجان اور خدشات کو دور کیا، جس کا حاصل یہ ہے کہ جو دین اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا اور انبیاء سابقین جس دین کے حامل رہے، وہ ایک ہی دین، دین توحید ہے اور جس ملت کے داعی رہے وہ ملت اسلام ہے، لوگوں نے پھوٹ ڈال کر اصل دین کو پارہ پارہ کر دیا اور الگ الگ راہیں نکال لیں، نفسانی خواہشات اور اتباع ہویٰ کی وجہ سے لوگ فرقوں اور ٹکڑوں میں بٹ گئے اور ہر فرقہ اپنے کو اچھا اور دوسرے کو گھٹیا اور ذلیل سمجھنے لگا، رسولوں کی واضح ہدایات کو پس وپشت ڈال کر دین کو بازیچۂ اطفال بنادیا گیا اور آج اپنے عقائد وخیالات کو اصل دین کی جگہ دے کر ہر گروہ مسرور و شاداں اور اپنی غفلت، ضلالت اور جہالت کے نشے میں سرشار ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس امت میں جو اختلاف وانتشار وتفرقہ بازی ہے وہ بڑی حد تک یہود ونصاریٰ کے باہمی تفرقہ واختلاف کی طرح ہے اور جس سے اللہ رب العزت نے سختی سے منع کیا ہے۔

ہم اس سے باز نہیں آئے تو جتنی مصیبتیں آئیں، تھوڑی ہیں، آلام ومصائب، قتل وغارت گری سب ہمارے اس افتراق وانتشار کا شاخسانہ ہے، اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ان حالات کے سلسلے میں متنبہ کیا تھا، لیکن ہم نے اس پر غور نہیں کیا، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ اس پر بھی وہی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے یا تمہارے پاو?ں تلے سے یا کہ تم کو گروہ گروہ کرکے سب کو بھڑا دے اور تمہارے ایک کو دوسرے کی لڑائی چکھادے، آپ دیکھئے تو سہی، ہم کس طرح دلائل مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں، شاید وہ سمجھ جائیں۔ لیکن ہم سمجھ نہیں سکے، ہم الجھے اور الجھتے چلے گیے، معتزلہ اور خوارج کے جھگڑے تو اب قصہ پارینہ بن چکے ہیں: لیکن شیعہ، سنی سلفی، غیر سلفی، دیوبندی، بریلی، مذہبی اور غیر مذہبی، اسلام پسند اور لبرل طبقوں کے اختلافات نے ہمارا جینا دوبھر کر دیا ہے، یہ عذاب کی اندرونی اور داخلی قسم ہے، جو پارٹی بندی، باہمی جنگ وجدال اور آپس کی خوں ریزی کی شکل میں امت مسلمہ پر مسلط ہے، پورے عالم اسلام اور خود ہندوستان میں اس اختلافات کی وجہ سے جنگ وجدال ہی نہیں، قتل وغارت گری تک کی نوبت آگئی ہے، مسجدوں میں بندوقیں چل رہی ہیں، پڑوسی ملک میں ہزاروں لوگ مارے جاچکے ہیں، شام، عراق یمن وغیرہ میں کئی لاکھ لوگ اپنے ملک اور علاقہ کو چھوڑ کر پناہ گزیں کیمپوں میں ہیں اور خانہ بدوشی کی زندگی گذار رہے ہیں، ان کی بنیادی انسانی ضرورتیں بھی پوری نہیں ہو پا رہی ہیں، بہت سارے ملک ان کو پناہ بھی دینے کو تیار نہیں ہیں، ماضی میں کئی ملکوں کی سرحدوں سے انہیں کھدیڑا گیا اور کئی کشتیاں غرق آب ہوگئیں اور اس پر سوار پناہ گزیں سمندر کی کوکھ میں سماگیے، بعض بچے کو پانی نے ساحل سمندر پر ڈال دیا اور بعض کی لاشوں کا پتہ نہیں چل سکا اور ہمیں اب بھی ہوش نہیں آرہا ہے۔

اصلاً دین ایک ہے اور امت مسلمہ بھی ایک ہے، نسلی، لسانی، مسلکی اختلافات اور ملکوں کی سرحدوں کا کلمہ ? واحدہ اور دین کی بنیاد پر متحد ہونا امر مستبعد نہیں ہے، اللہ نے دین کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے کا حکم دیا ہے جس قدر اس میں مضبوطی آئے گی، اختلاف وانتشار دور ہوں گے۔

واقعہ یہ ہے کہ اعتصام بحبل اللہ اور افتراق سے اجتناب: یہ اتحاد امت کی دو قرآنی بنیادیں ہیں، ان بنیادوں سے گریز، ان (باقی صـ۱۴ـ پر)

گوشہ روزگار

ڈیری ٹیکنالوجی میں ہے روشن مستقبل

ڈیری انڈسٹری کے تحت جانوروں کی دیکھ بھال، دودھ کی پیداوار ڈیری پروڈکٹس کی تیاری وغیرہ امور کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ ہندستانی معیشت کے مدنظر ڈیری انڈسٹری ایک اہم سیکٹر بن کر اُبھری ہے کیونکہ یہاں دودھ اور ڈیری پروڈکٹس ہر شخص کی کسی نہ کسی صورت میں ضرورت ہے۔ ڈیری انڈیا کے ذریعہ کرائے گئے سروے کے مطابق اس وقت ہندستان میں تقریباً ۱۲۳ سرکاری اور ۲۳ کوآپریٹو ڈیریاں مختلف ریاستوں میں چل رہی ہیں۔ اس کے علاوہ دنیا میں دودھ کی پیداوار میں ۱۲-۱۵ فیصد حصہ ہندستان کا ہے جو ۲۰۲۰ء تک بڑھ کر ۳۰-۳۵ فیصد کے قریب ہوجانے کا امکان ہے۔ دودھ کی پیداوار، اس کی پروسیسنگ، کوالٹی کنٹرول وغیرہ سے متعلق کام کاج میں پچھلے چند برسوں کے دوران کئی طرح کی تبدیلیاں دیکھنے کو مل رہی ہیں۔ ایسے میں اس فیلڈ میں ٹرینڈ پروفیشنلز کی ضرورت پہلے کے مقابلے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے۔

ڈیری انڈسٹری، Agro based Industry کا ہی اہم حصہ ہے۔ اس انڈسٹری کے تحت ڈیری پلانٹ اور ڈیری فاؤنڈیشن کا قیام کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ دودھ کی پروسیسنگ کے سبب بہت سے ڈیری پروڈکٹس مثلاً دودھ، گھی، پنیر وغیرہ تیار ہوتے ہیں۔ تکنیکی استعمال کی وجہ سے ڈیری انڈسٹری بھی دیگر صنعتوں کی طرح ترقی کررہی ہے۔

کورسیز: ڈیری ٹیکنالوجی میں کیریئر روایتی طور پر وٹسری اور اینمل ہسبینڈری سے ملتا جلتا ہے۔ کئی اداروں اور یونیورسٹیوں ڈیری ٹیکنالوجی سے متعلق کورس دستیاب ہیں لیکن اس میں ڈیری انجینئرنگ، ڈیری کیمسٹری، ڈیری بیکٹیریا لوجی وغیرہ اہم ہیں۔ کورس کے دوران طلبہ کو ملک پروڈکشن، ڈیری اکیوپمنٹ اینڈ یوٹی لیٹیز، ملک پروسیسنگ اینڈ پیکیجنگ، ڈیری پروڈکٹس انشورنس، ڈیری مینجمنٹ اور مارکیٹنگ سے متعلق دیگر باتیں بتاوی جاتی ہیں۔ آج کل ڈیری سیکٹر میں تکنیکی معلومات کو بھی اہم سمجھا جاتا ہے۔

اہلیت اور داخلہ

ڈیری انڈسٹری سے متعلق ابتدائی کورسیز میں داخلے کے لیے طلبہ کو بارہویں (سائنس) کا امتحان ۵۰ فیصد مارکس کے ساتھ پاس ہونا ضروری ہے۔ بارہویں کے امتحان میں حصہ لینے والے طلبہ بھی اس میں رجسٹریشن کرواسکتے ہیں۔ یہ پورا ڈھانچہ ایگریکلچر اور ٹیکنالوجی پر مبنی ہے۔ اس لیے سائنس اور ایگری کلچر اسٹریم کے طلبہ کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اگنو میں دسویں کے بعد پی پی بی (بیچلر پریپریٹری پروگرام) کورس کروایا جاتا ہے۔ اس کے بعد طلبہ ڈپلوما کورس کے اہل ہوجاتے ہیں۔ بالعموم ڈیری ٹیکنالوجی میں داخلہ کے لیے انٹرنس ٹسٹ ہوتا ہے۔ ویٹرنری کاؤنسل آف انڈیا کے ذریعہ آل انڈیا کامن انٹرنس ایگزام اور انڈین کاؤنسل فار ایگری کلچرل ریسرچ کے ذریعہ آل انڈیا انٹرنس ایگزام کرایا جاتا ہے۔

کورس کا نام

☆ ڈپلوما اِن ڈیری ٹیکنالوجی، بارہویں سائنس، دوسال ☆ بی ایس سی اِن ڈیری ٹیکنالوجی، بارہویں سائنس، چارسال ☆ بی ٹیک اِن ڈیری ٹیکنالوجی، بارہویں سائنس، چارسال ☆ ایم ٹیک اِن ڈیری ٹیکنالوجی، گریجویشن، دوسال ☆ ایم ایس سی اِن ڈیری ٹیکنالوجی، گریجویشن، دوسال۔

کورس مکمل کرنے کے بعد طالبعلم پرائیویٹ یا سرکاری سیکٹر میں کام کرسکتے ہیں۔ اہم ہندستانی کمپنیاں مثلاً امول، مدر ڈیری، سدھا وغیرہ میں ہر سال سینکڑوں افراد کی مانگ ہے۔ ملک میں متعدد ڈیری فاؤنڈیشن اور پلانٹس ہیں جہاں پروفیشنلز کی کافی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ڈیری فیڈریشن کوآپریٹو رورل بینک، ملک پروڈکٹ پروسیسنگ اینڈ مینوفیکچرنگ انڈسٹری، دیہی ترقیات سے متعلق ایگریکلچرل ڈپارٹمنٹ، فوڈ پروسیسنگ انڈسٹری وغیرہ میں بھی مواقع ملتے ہیں۔ بڑی تعداد میں ڈیری ٹیکنالوجسٹ خود روزگار مثلاً کریمری، آئس کریم یونٹ وغیرہ قائم کرتے ہیں یا ٹریز کے طور پر کیریئر بناتے ہیں۔

ڈیری ٹیکنالوجی میں گریجویٹ طلبہ پہلے کسی بھی ڈیری پلانٹ میں ٹرینی کے طور پر جوائن کرتے ہیں۔ بعد میں وہ افسر کے عہدے پر ترقی حاصل کرتے ہیں۔ تجربہ کے ساتھ ساتھ ترقی اور تنخواہوں میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

اہم ادارے

☆ اندرا گاندھی نیشنل اوپن یونیورسٹی، نئی دہلی
ویب سائٹ: www.ignou.ac.in
☆ نیشنل ڈیری ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کرنال، ہریان، ویب سائٹ: www.ndri.res.in
☆ راجندر ایگریکلچر یونیورسٹی، سمستی پور، بہار
ویب سائٹ: www.pusavarsity.org.in
☆ الہ آباد ایگریکلرل انسٹی ٹیوٹ، الہ آباد
ویب سائٹ: www.aaidu.org
☆ آنند ایگریکلچرل یونیورسٹی، آنند، گجرات
ویب سائٹ: www.aau.in ❑❑

دریچے

م۔س۔ج۔

گلاسکومیٹ: ماحولیاتی تبدیلی کے لئے نئی امید

اقوامِ متحدہ کی ماحولیاتی تبدیلی کانفرنس ۲۰۲۱ء (سی او پی ۲۶) کا آغاز اسکاٹ لینڈ کے شہر گلاسکو میں ہوا جہاں ۲۰۰ ممالک کے نمائندے اور سربراہان نے یہ اعلان کیا کہ ۲۰۳۰ء تک وہ کیا اقدامات کریں گے، جن کی بدولت کرۂ ارض کو موسمیاتی تبدیلی کے اثرات سے بچایا جاسکے۔ دنیا بھر میں ماحولیاتی تبدیلی کے باعث درجہ حرارت میں بتدریج اضافہ ہو رہا ہے اور سائنسدانوں نے متنبہ کیا ہے کہ زمین کو موسمیاتی تبدیلی کے باعث ہونے والی تباہی سے بچانے کے لیے فوری قدم اُٹھانے کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے یہ جاننے کی ضرورت بھی ہے کہ ماحولیاتی تبدیلی ہے کیا اور ہمارے ماحول پر یہ کیسے اثرانداز ہورہی ہے؟

ماحولیاتی تبدیلی کیا ہے؟: کسی ایک علاقے کی آب وہوا اس کے کئی سالوں کے موسم کا اوسط ہوتی ہے۔ ماحولیاتی تبدیلی اس اوسط میں تبدیلی کو کہتے ہیں۔ زمین اب بہت تیزی سے ماحولیاتی تبدیلی کے دور سے گزر رہی ہے اور عالمی درجہ حرارت بڑھ رہا ہے۔

ماحولیاتی تبدیلی کا کیا مطلب ہوگا؟: آب وہوا کی تبدیلی ہمارے طرزِ زندگی کو بدل دے گی، جس سے پانی کی قلّت پیدا ہوگی اور خوراک پیدا کرنا مشکل ہوجائے گا۔ کچھ خطے خطرناک حد تک گرم ہوسکتے ہیں اور دیگر سمندر کی سطح میں اضافے کی وجہ سے رہنے کے قابل نہیں رہیں گے۔ موسم میں شدت کی وجہ سے پیش آنے والے واقعات جیسے گرمی کی لہر، بارشیں اور طوفان بار بار آئیں گے اور ان کی شدت میں اضافہ ہوجائے گا۔ یہ لوگوں کی زندگیوں اور ذریعہ معاش کے لیے خطرہ ہوگی۔ غریب ممالک کے شہریوں کے پاس حالات کے مطابق ڈھلنے کا امکان کم ہوتا ہے اس لیے وہ سب سے زیادہ نقصان اٹھائیں گے۔ موسمیاتی تبدیلی اتنی تیزی سے ہورہی ہے کہ بہت سی اقسام کے ناپید ہونے کا امکان ہے۔ قطبی ریچھوں کے غائب ہونے کا خطرہ ہے کیونکہ برف جس پر وہ انحصار کرتے ہیں تیزی سے پگھل رہی ہے۔ بحر اوقیانوس کی سالمن مچھلی کی آبادی تباہ ہوسکتی ہے کیونکہ جن دریاؤں میں ان کی افزائش ہوتی ہے ان کا درجہ حرارت بڑھ رہا ہے۔

مستقبل میں کیا ہوگا؟: سائنسدانوں نے درجہ حرارت میں ۱.۵ ڈگری سینٹی گریڈ کے اضافے کو گلوبل وارمنگ کے لیے محفوظ حد مقرر کیا ہے۔ اگر درجہ حرارت زیادہ ہوجائے تو قدرتی ماحول میں نقصان دہ تبدیلیاں انسانوں کے طرزِ زندگی کو تبدیل کرسکتی ہیں۔ سائنسدانوں کا خیال ہے کہ ایسا ہوگا اور صدی کے اختتام تک تین ڈگری سینٹی گریڈ یا اس سے زیادہ کے اضافے کی پیش گوئی کی ہے۔

دنیا بھر میں اس کے مختلف اثرات ہوں گے: برطانیہ انتہائی بارش کی وجہ سے سیلاب کے خطرے سے دوچار ہوجائے گا۔ بحر الکاہل کے نشیبی جزیروں والے ممالک بڑھتی سطح سمندر کی وجہ سے پانی کے نیچے غرق ہوسکتے ہیں۔ بہت سے افریقی ممالک خشک سالی اور خوراک کی قلّت کا شکار ہوں گے۔ شمالی امریکہ میں بگڑتی خشک سالی کی وجہ سے مغربی حصے متاثر ہوں گے جبکہ دیگر علاقوں میں اضافی بارش اور زیادہ شدید طوفان آنے کا امکان ہے۔ آسٹریلیا کا سخت گرمی اور شدید خشک سالی کی لپیٹ میں آنے کا امکان ہے۔

حکومتیں کیا کررہی ہیں؟: دنیا کے مختلف ممالک سے کہا جارہا ہے کہ وہ ایسے اہداف اپنائیں جو ان کے گرین ہاؤس گیسوں کے اخراج کو اس صدی کے وسط تک صفر تک لے جائیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی اخراج مساوی مقدار جذب کرکے متوازن ہوجائے گا۔ مثال کے طور پر درخت لگانے کے ذریعہ۔ امید یہ ہے کہ یہ درجہ حرارت میں تیزی سے ہونے والے اضافے کو روک کر موسمیاتی تبدیلی کے خطرناک ترین اثرات پر قابو پائے گا۔

سائنسداں کیا کررہے ہیں؟: موسمیاتی تبدیلی کے بارے میں سائنسدانوں کی معلومات ہر وقت بڑھ رہی ہے۔ مثال کے طور پر وہ اب آب ہوا کی تبدیلی اور کسی ایک موسمی واقعے جیسا کہ سخت بارش اور گرمی کی لہر کے درمیان ربط کا پتہ لگاسکتے ہیں۔ امید کی جارہی ہے کہ وہ مستقبل میں ایسی موسمی آفات کا بہتر اندازہ لگاسکیں گے۔

لوگ کیا کرسکتے ہیں؟: سفر کے لیے پبلک ٹرانسپورٹ یا سائیکل کا استعمال کرکے گاڑیوں پر انحصار کو کم کریں۔ اپنے گھروں کو انسولیٹ کریں۔ ہوائی سفر کم کریں۔ گوشت اور دودھ کے استعمال میں کمی کریں۔

ہم تو فنا ہوگئے، آپ خود کو بچایئے

اقوامِ متحدہ میں ڈائناسور کا پیغام

معدومیت کو منتخب نہ کیجیے۔ یہ اہم پیغام کمپیوٹر گرافکس سے بنے ایک ڈائناسور کی ویڈیو میں دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ ویڈیو بدلتے ہوئے موسمی اور ماحولیاتی تناظر میں عالمی تقریب یعنی کانفرنس آف پارٹیز (سی او پی ۲۶) کے موقع پر جاری کی گئی ہے جسے خود عالمی ادارے نے سراہا اور ٹویٹ کیا ہے۔ ویڈیو میں فرینکی نامی ڈائناسور نیویارک میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اندر داخل ہوتا ہے۔ سیکورٹی گارڈ سے مضحکہ خیز مکالمے کے بعد فرینکی ڈائس پر جاتا ہے اور اپنی مختصر تقریر کرتا ہے جسے وہ انسانیت کے لیے ایک سبق قرار دیتا ہے۔ ڈائناسور فرینکی کہتا ہے کہ میں ناپیدگی کے متعلق ایک دو باتیں جانتا ہوں۔ میں کہنا چاہوں گا کہ ناپید ہونا ایک خوفناک عمل ہے۔ ہم تو آسمانی پتھر یعنی شہابی ٹکر سے فنا ہوئے لیکن اب آپ انسانوں کے پاس کیا عذر ہے؟ آپ موسمیاتی تباہی کے دہانے پر کھڑے ہیں اور طرفہ تماشہ یہ ہے کہ عالمی حکومتیں ہر سال رکازی ایندھن پر کروڑوں اربوں ڈالر کی سبسڈی دے رہی ہیں۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے کہ کوئی زمین سے ٹکرانے کے لیے آسمانی پتھر کو خود دعوت دے۔ ڈائناسور نے اقوام متحدہ میں اپنے خطاب میں کووڈ ۱۹ وبا کا بھی ذکر کیا اور دنیا سے کہا کہ وہ اس سیارے کو بچانے کے لیے سنجیدہ کوشش کرے۔ واضح رہے کہ سی او پی کانفرنس میں دنیا کے سربراہان اور دیگر ماہرین نے بدلتی ہوئی آب وہوا سے انسانیت کو لاحق ہونے والے خطرات اور ان کے حل پر غور کیا جس کے بعد عالمی بیانیہ جاری کیا گیا۔

آر جے ڈی کے ساتھ نے ہمیں کمزور کیا

ہم خود کو مضبوط کرنا ہی بھول گئے تھے

کانگریس کے قومی جنرل سکریٹری جناب طارق انور کا انٹرویو

بہار میں دو اسمبلی سیٹوں کے لیے ہوئے ضمنی انتخابات نے کانگریس کو اس کی زمینی حقیقت دِکھا دی۔ آر جے ڈی سے الگ ہو کر انتخابات لڑتے ہی دونوں سیٹوں پر اس نے ضمانت تو ضبط کرائی ہی اسے ملے ووٹوں کی تعداد بھی (ایک سیٹ پر محض دو فیصد اور دوسری سیٹ پر چار فیصد) اس کے لیے شرمندگی کا سبب بن گئی ہے۔ آر جے ڈی سے الگ ہو کر انتخاب لڑنے کی خود اعتمادی کہاں سے آئی اور بہار میں اپنا وجود بچائے رکھنے کے لیے کیا کانگریس کو پھر سے آر جے ڈی کی ہی پناہ میں جانا پڑے گا۔ یہ جاننے کے لیے کانگریس کے قومی جنرل سکریٹری جناب طارق انور سے بات ہوئی، پیش ہیں اس کے اقتباسات۔

س: آر جے ڈی سے الگ ہو کر انتخاب لڑنے کی خود اعتمادی کہاں سے آئی؟

ج: خود اعتمادی نہیں تھی بلکہ مجبوری تھی، جن دو سیٹوں کے لیے ضمنی انتخابات ہوئے ان میں سے ایک سیٹ آر جے ڈی کی ہی ہوا کرتی تھی۔ ایک ہماری تھی، ہم لوگوں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ ضمنی انتخابات کے وقت آر جے ڈی کہہ دے گی کہ ہم آپ کو ایک سیٹ بھی نہیں دیں گے۔ کوشیشور استھان اسمبلی سیٹ پر ۲۰۲۰ء کے انتخابات میں کانگریس امیدوار صرف سات ہزار ووٹوں سے ہارا تھا۔ ۶۴ ہزار ووٹ ملے تھے ہمارے امیدوار کو۔ وہ سیٹ ہمیں نہیں دیں گے تو کون سی دیں گے؟ یہ بات صحیح ہے کہ ہم بہار میں کمزور ہیں لیکن قومی پارٹی ہیں۔ آر جے ڈی نے جب ہم سے کہا کہ ہم آپ کو کوئی سیٹ نہیں دیں گے تو ہم کیا کرتے، کیا ہم بیٹھے دیکھتے رہتے؟ فیصلہ ہوا کہ خواہ ہاریں لیکن ہم لوگ انتخابات لڑیں گے۔

> **۲۰۲۰ء کے انتخابات تک ہم لوگ اتحاد میں شامل تھے جہاں لوگ لڑ رہے تھے، وہاں آر جے ڈی کا ووٹ ہمیں ملا جہاں آر جے ڈی انتخاب لڑ رہی تھی، اس کو ہمارا ووٹ ملا۔ اتحاد میں اس چیز کا تجربہ نہیں ہوسکتا کہ جو ووٹ ملے ان میں کتنا حصہ اتحادی پارٹیوں کا ہے۔**

س: ایک سال پہلے جس سیٹ پر آپ کو ۴۶ ہزار ووٹ ملے تھے، ضمنی انتخاب میں محض ۵۶۰۳ ملے، کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ ۶۴ ہزار ووٹوں میں آر جے ڈی کا شیئر زیادہ تھا جسے آپ لوگ اپنا سمجھ رہے تھے۔

ج: ۲۰۲۰ء کے انتخابات تک ہم لوگ اتحاد میں شامل تھے جہاں لوگ لڑ رہے تھے، وہاں آر جے ڈی کا ووٹ ہمیں ملا جہاں آر جے ڈی انتخاب لڑ رہی تھی، اس کو ہمارا ووٹ ملا۔ اتحاد میں اس چیز کا تجربہ نہیں ہوسکتا کہ جو ووٹ ملے ان میں کتنا حصہ اتحادی پارٹیوں کا ہے۔

س: لیکن اتنا کم ووٹ ملنا یہ تو ثابت کرتا ہی ہے کہ بہار میں آپ زمینی سطح پر نہیں ہیں؟

ج: یہ صحیح ہے کہ کانگریس کی کارکردگی ضمنی انتخاب میں جو رہی ہے وہ ہمارے لیے ایک بڑا چیلنج ہے، ہمیں اتنے خراب مظاہرے کی امید نہیں تھی لیکن آپ چراغ پاسوان کی پارٹی کا مظاہرہ بھی دیکھئے۔ انھیں بھی دونوں سیٹوں پر ہمارے برابر ہی ووٹ ملا ہے۔ انتخاب میں شعور کی بہت اہمیت ہوتی ہے جو تصور سا بن جاتا ہے۔ اس سے چھٹکارا مشکل ہو جاتا ہے۔ ضمنی انتخابات میں یہ تصور بن گیا کہ لڑائی جے ڈی یو اور آر جے ڈی کے درمیان ہے اس لیے ووٹوں کی تقسیم ان ہی دو پارٹیوں میں گئی۔ دونوں سیٹوں کے نتیجے آپ دیکھیں، ۸۰ سے لے کر ۹۰ ووٹ ان ہی دو پارٹیوں کے بیچ تقسیم ہو گیا۔

س: اب مستقبل کے لیے کیا ایجنڈا طے کیا ہے آپ لوگوں نے؟

ج: ہمیں اپنی تنظیم مضبوط کرنی ہوگی۔ میرا مشورہ تو یہی رہے گا کہ پارٹی قیادت کو اپنے اصل کارکنوں پر اعتماد کرنا چاہیے اور انھیں ہی آگے بڑھانا چاہیے۔ سیاست میں برے دن سب ہی پارٹیوں کے آتے ہیں اور وہ ختم بھی ہوتے ہیں۔

س: بہار میں کانگریس کو اقتدار سے باہر ہوئے ۳۰ سال سے زیادہ کا عرصہ ہو چکا ہے۔ ہر انتخاب ہارنے کے بعد ہم نے کانگریس رہنماؤں کو یہی کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہم تنظیم کو مضبوط کریں گے لیکن کبھی ایسا ہوا نہیں، ایسا کیوں؟

ج: ہمارا آر جے ڈی سے اتحاد ہو گیا تھا۔ ۹۰ کی دہائی سے بہار میں آر جے ڈی سب سے مضبوط پارٹی کی شکل میں اُبھری ہے۔ آر جے ڈی کے ساتھ اتحاد قائم ہو جانے پر کانگریس کے لوگوں کو اطمینان ہو گیا کہ ہم تو سب سے مضبوط پارٹی کے ساتھ ہیں۔ ہم نے خود کو مضبوط کرنے کی کوشش چھوڑ دی، ہم اپنا انحصار آر جے ڈی پر بڑھاتے گئے، یہیں پر ہم سے چوک ہوئی۔ اگر مضبوط ہوتے تو ہمیں کوئی ایک بھی سیٹ نہ دینے کی بات نہیں کر پاتا۔

س: اکیلے اپنی طاقت پر کھڑا ہونا، اصل لڑائی میں آنا طویل المدتی عمل ہوتا ہے۔ بہار میں کیا پھر سے آر جے ڈی کے ساتھ اتحاد میں شامل ہونے کی کوشش کریں گے؟

ج: ابھی کوئی فوری انتخاب ہونے نہیں جا رہا ہے۔ لوک سبھا کے انتخابات ۲۰۲۴ء میں ہونے والے ہیں۔ بہار اسمبلی کے انتخابات ۲۰۲۵ء میں ہونے والے ہیں۔ اتحاد سے متعلق کوئی فیصلہ کرنے کے لیے ابھی بہت وقت باقی ہے۔ آر جے ڈی ہی نہیں کسی کے بھی ساتھ اگر ہمیں اتحاد کرنا ہے تو پہلے پارٹی کو مضبوط کرنا ہی ہوگا۔ کسی کی بیساکھی پر ہم دور تک نہیں جا سکتے۔ اگر پارٹی مضبوط ہوگی تو اتحاد ہماری شرائط پر ہوگا۔ ہم کمزور ہوئے تو پھر ہمیں دوسروں کی شرطیں منظور کرنی ہوں گی۔

> **ہمیں اپنی تنظیم مضبوط کرنی ہوگی۔ میرا مشورہ تو یہی رہے گا کہ پارٹی قیادت کو اپنے اصل کارکنوں پر اعتماد کرنا چاہیے اور انھیں ہی آگے بڑھانا چاہیے۔ سیاست میں برے دن سب ہی پارٹیوں کے آتے ہیں اور وہ ختم بھی ہوتے ہیں۔**

س: پارٹی کو مضبوط کرنے کے لیے قیادت کیا قدم اُٹھا سکتی ہے؟

ج: دونوں کی طرح کی صورتوں میں نتیجہ ہمارے سامنے ہیں۔ آر جے ڈی کے ساتھ لڑنے پر بھی اور اس سے الگ ہو کر لڑنے پر بھی، ہم تب کہاں تھے اب کہاں ہیں، تنظیم کو مضبوط کرنے کے لیے جو بھی اقدام ضروری ہوں گے وہ تو اٹھائے ہی جائیں گے۔ ہمارے ورکر تو ہیں لیکن زمینی ورکر نہیں ہیں۔ اس وجہ سے عوام کی طرف سے جو حمایت ملنی چاہیے وہ ہمیں نہیں مل رہی ہے۔ □□

جھوٹے جملے جھیل چکے عوام کو وزیر اعظم کی بات پر بھروسہ نہیں: راہل گاندھی

کانگریس کے سابق صدر راہل گاندھی نے وزیر اعظم نریندر مودی پر سیدھا حملہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں اس لئے ملک کے عوام کو ان پر اعتماد نہیں ہے، کانگریس کے رہنما راہل گاندھی نے کہا کہ پی ایم مودی جھوٹ بولتے ہیں اور زراعت سے متعلق تینوں قوانین واپس لینے کے ان کے اعلان پر کسان کو اعتماد نہیں ہے اس لئے ایک سال سے زیادہ وقت سے جاری کسان ستیہ گرہ جاری ہے۔ کانگریس کے سابق صدر راہل گاندھی نے ٹوئٹ کیا کہ جھوٹے جملے جھیل چکے عوام وزیر اعظم کی بات پر بھروسہ کرنے کو تیار نہیں۔ کسان ستیہ گرہ جاری ہے۔ واضح ہو کہ راہل گاندھی روزانہ کسی نہ کسی ایشو کو لے کر مودی حکومت پر حملہ کر رہے ہیں۔ اسی سلسلہ میں گزشتہ روز چین سرحد کو لے کر راہل گاندھی نے کہا کہ اب حکومت کو سرحد پر چین کے قبضے کے بات بھی تسلیم کر لینی چاہئے۔ انہوں نے ٹوئٹ کرتے ہوئے گزشتہ روز کہا تھا کہ اب چینی قبضے کی سچائی کو بھی قبول کرنا ہوگا۔

ہوا کے دوش پر

سمندر میں تیل کے کنویں کو پرتعیش تھیم پارک بنانے کا انوکھا منصوبہ

سعودی حکومت نے سیاحوں کو راغب کرنے کے لیے اب ایک نیا منصوبہ پیش کیا ہے۔ اب ایک متروک آئل رِگ (تل نکالنے کا سمندری پلیٹ فارم) پر غیر معمولی کھیل یعنی ایکسٹریم اسپورٹس، رہائش اور تفریحی سہولیات کے لیے ایک غیر معمولی تھیم پارک بنایا جا رہا ہے۔ تھیم پارک کو 'دی رگ' کا نام دیا گیا ہے۔ سولہ لاکھ مربع فٹ وسیع تھیم پارک چاروں جانب سے سمندروں سے گھرا ہوگا جہاں لوگوں کو فیری و مخصوص کشتیوں اور ہیلی کاپٹر کے ذریعے پہنچایا جائے گا۔ پارک میں جدید ترین ہوٹل اور کھانے پینے کے مراکز بھی قائم کیے جائیں گے لیکن یہاں رولر کوسٹر، آبدوز کی سیر، اسکائی ڈائیونگ، اسکوبا اور دیگر تفریحی سہولیات فراہم کی جائیں گی۔ یہاں ٹھہرنے والے افراد اپنا کھانا زیر سمندر شیشے کی بلبلہ ہوٹل میں تناول کر سکیں گے۔ رپورٹ کے مطابق دی رگ پر کئی ایک ہیلی پیٹ بھی تعمیر کیے جائیں گے۔ تین بڑے ہوٹلوں میں مجموعی طور پر ۸۰۰ کمروں کا منصوبہ بھی ہے۔ رگ میں ایک دوسرے سے جڑے کئی پلیٹ فارم ہیں جن میں تین ہوٹل اور گیارہ ریستوران قائم کیے گئے ہیں۔ سعودی عرب کے پبلک انویسٹمنٹ فنڈ نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ رگ کی تعمیر میں اسے دنیا بھر کے لوگوں کے لیے پرکشش بنایا گیا ہے۔ یہ مہمان نوازی، ایڈونچر اسپورٹس اور پانی کے کھیلوں کا ایک شاندار مرکز بنے گا جہاں لوگ ایک بالکل نیا تجربہ حاصل کر سکیں گے۔ رپورٹ کے مطابق سیاحوں کو ہیلی کاپٹر اور دیگر ذرائع سے سمندری تھیم پارک تک پہنچایا جائے گا۔ اس کے لیے پچاس تیز رفتار اور جدید کشتیاں بھی بنائی جائیں گی۔ سعودی حکام نے اسے ساحل سے پرے دنیا کا سب سے بڑا تفریحی پلیٹ فارم قرار دیا ہے جو پہلی مرتبہ تیل کے پلیٹ فارم پر قائم کیا گیا ہے۔ اگرچہ اس پر ابتدائی کام ہی جاری ہے لیکن اس میں دنیا بھر کی دلچسپی پیدا ہوئی ہے۔ دوسری جانب ذرائع ابلاغ میں بھی اس کا خوب چرچا ہے۔

ٹوئٹر کا الگورتھم دائیں بازو کی جماعتوں کو مدد دیتا ہے: تحقیق

ٹوئٹر کی اپنی ایک تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ وہ دائیں بازو کی جماعتوں اور نشریاتی اداروں کی ٹویٹس کو بائیں بازو کے مقابلے میں زیادہ نمایاں کرتا ہے۔ سوشل میڈیا کے اس بڑے ادارے کا کہنا ہے کہ اسے اس بات کا پتہ اس وقت چلا جب اس نے تحقیق شروع کی کہ ٹوئٹر الگورتھم سیاسی مواد کو صارفین کے سامنے کس طرح پیش کرتا ہے۔ مگر ٹوئٹر نے یہ بات تسلیم کی کہ اسے اس کی وجہ نہیں معلوم اور یہ سوال زیادہ پیچیدہ ہے۔ اس تحقیق میں ٹوئٹر نے سات ملکوں میں سیاسی جماعتوں اور صارفین کے نشریاتی اداروں کا مواد شیئر کرنے سے متعلق ٹویٹس کا جائزہ لیا۔ ان ملکوں میں کینیڈا، فرانس، جرمنی، جاپان، اسپین، برطانیہ اور امریکہ شامل ہیں۔ اس نے یکم اپریل سے ۱۵ اگست ۲۰۲۰ء کے دوران لاکھوں ٹویٹس کا جائزہ لیا۔ اس تحقیق میں شریک محققین نے یہ جاننے کی کوشش کی کہ الگورتھم کے لحاظ سے وہ کون سی ٹویٹس تھیں جو زیادہ نمایاں رہیں۔ انھوں نے دیکھا کہ دائیں جانب جھکاؤ رکھنے والی سیاسی جماعتوں اور نشریاتی اداروں کی ٹویٹس کو الگورتھم نے بائیں طرف جھکاؤ رکھنے والوں کے مقابلے میں زیادہ نمایاں کیا تھا۔ ٹوئٹر کے ایک ڈائریکٹر کا کہنا ہے کہ اب کمپنی کا اگلا قدم اس کی وجہ جاننا ہے۔ ریسرچرز کے خیال میں اس کا سبب ان حکمت عملیوں میں پایا جانے والا فرق ہوسکتا ہے جو صارفین تک رسائی کے لیے سیاسی جماعتیں اختیار کرتی ہیں۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ ان کی تحقیق سے یہ بات سامنے نہیں آئی کہ ان کے الگورتھم نے شدت پسند نظریات کو مرکزی دھارے میں پائے جانے والے خیالات کے مقابلے زیادہ بڑھایا ہے۔ یہ پہلی بار نہیں کہ ٹوئٹر نے اپنے الگورتھم میں موجود تعصب کا پتہ لگایا ہے۔ اس نے اپریل میں انکشاف کیا تھا کہ وہ اس بات کے تعین کے لیے تحقیق کر رہا ہے کہ کہیں اس کا الگورتھم غیر ارادی نقصان کا باعث تو نہیں بن رہا۔ مئی میں کمپنی نے اعلان کیا تھا کہ اس کے تصاویر کے خودکار کراپ میں سقم ہے جو سیاہ فاموں کے مقابلے میں سفید فاموں اور مردوں کے مقابلے میں عورتوں کو فوقیت دیتا ہے۔

خلا میں کمرشیل پلازہ تعمیر کرنے کا اعلان

ایمیزون کے مالک جیف بیزوز کی کمپنی بلیو اوریجن نے ۲۰۳۰ء تک ایک بڑا اور تجارتی نوعیت کا خلائی اسٹیشن بنانے کا اعلان کیا ہے جہاں مختلف تجارتی اور کاروباری ادارے اپنے دفاتر قائم کر سکیں گے۔ اس حوالے سے گزشتہ روز بلیو اوریجن کی جانب سے ایک ویڈیو بھی جاری کی گئی ہے جس میں اپنی میشن کے ذریعے دنیا کے پہلے کمرشیل خلائی پلازہ کے اندرونی مناظر دِکھائے گئے ہیں۔ اس منصوبے کو آربٹل ریف کا نام دیا ہے جو بلیو اوریجن اور سیئرا اسپیس نامی امریکی ادارہ مشترکہ طور پر تعمیر کریں گے۔ واضح رہے کہ سیئرا اسپیس امریکی فوج اور ایرو اسپیس سیکٹر کو وسیع پیمانے پر خدمات فراہم کرنے والی سیئر اٹیواڈا کارپوریشن کا ذیلی ادارہ ہے۔ رپورٹ کے مطابق یہ خلا میں ملے جلے استعمال والا بزنس پارک ہوگا جہاں خلا کی سیر پر جانے والے سیاح اپنے کچھ دن گزار سکیں گے جبکہ کمپنیاں اپنے دفاتر بھی قائم کر سکیں گی۔ آربٹل ریف نچلے مدار میں زمین سے تقریباً ۴۰۰ کلومیٹر اونچائی پر گردش کرے گا۔ یہ لگ بھگ وہی اونچائی ہے جس پر رہتے ہوئے اکثر انسان بردار خلائی اسٹیشن گردش کرتے ہیں۔ بعض ناقدین نے اسے خلا پر اجاری داری اور حکمرانی قائم کرنے کے لیے جیف بیزوز کا شاطرانہ منصوبہ قرار دیا ہے۔ دوسری جانب خلائی ماہرین کو اس منصوبے کے درست ہونے پر شبہ ہے کیونکہ بلیو اوریجن اب تک کامیابی سے ایک راکٹ بھی نہیں اُڑا سکا ہے تو ایسے میں خلائی کمرشیل پلازہ کا منصوبہ کس طرح بروقت مکمل ہوسکتا ہے۔

ماضی کے جھروکے سے

تاریخ آزادی کا ایک ورق

تحریک آزادی اور فکری انقلاب کے داعی

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ۴

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ فوجی انقلاب کے حامی تھے لیکن وہ فوجی انقلاب جو جہاد کے اصول پر ہو جس کا نصب العین سب سے بہتر و برتر ہو اور جس کا ہر مجاہد ذاتی اغراض سے یہاں تک بلند ہو کہ خود اپنی شخصیت کو فنا کر چکا ہو، اس کا ہر اقدام صرف خدا کے لیے ہو جس کی حدود یہ ہیں کہ ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے، سب سے بہتر وہ ہے جو خدا کے کنبہ کی بھلائی اور بہتری کے لیے قربانی دے، اس لیے نہیں کہ خلق اللہ اس کا احسان مانے یا اس کی تاریخ روشن ہو، مجاہد نصب العین کے لیے قربان ہو جانے کو ابدی زندگی تصور کرے۔ ایسا انقلاب پیشہ ور سپاہیوں کے ذریعہ نہیں ہوسکتا بلکہ ان پرخلوص رضا کاروں کے ذریعہ ہوسکتا ہے جنہیں اس کی تربیت خاص طور پر دی گئی ہو جو نصب العین کو سمجھیں اور اصلاحی نظریات پر پہلے اپنے آپ کو ہموار کریں اس کے بعد ان کو کامیاب بنانے کے لیے قربان ہو جانا اپنی زندگی کا مقصد بنالیں۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے سب سے پہلے ہی خدمت انجام دی، آپ نے اپنی ہمہ گیر تحریک کا ہیڈ کوارٹر دہلی میں قائم کیا، دہلی اس زمانہ میں بھی ایسا شہر تھا جہاں بہت سی قوموں کے لوگ رہتے تھے۔ ظاہر ہے ایسے شہر سے اٹھنے والی کسی بھی تحریک کا اثر دور دور تک پھیل سکتا تھا۔ تحریک کے اس اساسی مرکز کی سربراہی شاہ صاحبؒ نے اپنے لائق فرزند اور عظیم مجاہد آزادی حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کو سونپی۔

تحریک کا دوسرا اہم مرکز رائے بریلی میں واقع تکیہ شاہ علم اللہ میں قائم فرمایا، یہ مقدس مقام پہلے سے ہی اسلام کی تعلیم وترویج کا مرکز تھا۔ یہی وہ ولی اللّٰہی مرکز تحریک ہے جہاں سے سید احمد شہیدؒ نے جہاد آزادی اور جذبہ حریت کا تاریخ ساز پرچم بلند کیا تھا۔ نجیب آباد، لکھنؤ اور ٹھٹھہ (سندھ) وغیرہ مقامات پر بھی شاہ صاحب نے اپنی انقلابی تحریک کے مراکز قائم کیے جہاں سے ذہنی، فکری، اور عملی تربیت یافتہ مجاہدین کی بڑی تعداد نے پورے ملک میں ایک پاکیزہ اور صحت مند انقلاب کی روح پھونک دی۔ ولی اللّٰہی تحریک ایک مکمل پیغام انقلاب تھا جو صرف بادشاہ اور بادشاہ پرستوں کے لیے ہی پیغام فنا نہیں تھا بلکہ ان طاقتوں کے لیے بھی موت کا پیغام تھا جو سلطنت مغلیہ کی جانشین بننا چاہتی تھیں یا پیشہ ور سپاہیوں کی مدد سے ملک کے چپے چپے پر جاگیردارانہ نظام کے جھنڈے گاڑے ہوئے تھیں۔ بدعنوان بادشاہ، نوابین، امراء اور جاگیرداروں کے علاوہ شاہ صاحبؒ کی تحریک دنیا پسند علماء، مشائخ، شعراء ودانشوروں کے خلاف بھی ایک مؤثر آواز تھی۔ چونکہ عوام کا بڑا طبقہ ایسے ہی عناصر کے زیر اثر تھا اس لے آپ کی اصلاحی وانقلابی تحریک کی قدم قدم پر مخالفت ہوئی لیکن آپ نے مخالفت کی شدید آندھیوں میں ہمہ گیر انقلاب کا چراغ روشن کیا۔ دنیا کے معروف انقلابی مارکس اینجلس اور لینن ایسے دور میں ہوئے جب پریس کی طاقت نے بہت کم وقت میں ان کا پیغام کرۂ ارض کے تمام انسانوں تک پہنچا دیا۔ لیکن جس وقت شاہ صاحبؒ نہ صرف ہندوستان بلکہ پورے عالم انسانیت کو ملوکیت سے آزادی اور حریتِ انسانی کا پیغام دینا چاہ رہے تھے، انہیں ایسی سہولیات میسر نہ تھیں۔ اس وقت ترویج واشاعت کا ذریعہ تقاریر، تربیتی مراکز اور قلمی تحریریں ہی تھیں۔ دہلی پر مرہٹوں کی یلغار، نادرشاہ کا خوفناک قتل عام، پانی پت کے میدان میں احمد شاہ ابدالی کی مرہٹوں کے خلاف فیصلہ کن جنگ عظیم جیسے طوفانوں سے گزرنے والے شاہ صاحبؒ نے اپنے انقلابی نظریات کو کبھی ترجمہ قرآن کریم کے رنگ میں پیش کیا، کبھی تصوف روحانیت اور اسلامی فلسفہ کو وسیلۂ اظہار بنایا تو کبھی پندوموعظت کا پیرایہ اختیار کیا یا اسلامی تاریخ اور سیرتِ صحابہ کرام کا سہارا لیا۔ لیکن اس احتیاط کے باوجود آپ اور آپ کے جانشین قاتلانہ حملوں اور وحشیانہ سزاؤں سے نہ بچ سکے۔ شاہ صاحب نے قرآن کریم کا اس وقت مروج زبان فارسی میں ترجمہ کیا تو وہ دراصل آپ کے اخلاقی اور مذہبی انقلاب کا پہلا قدم تھا کیونکہ شاہ صاحبؒ کے دور میں قرآن کریم کے ترجمہ وتفسیر کے ذریعے قرآنی علوم کی ترویج کو بے حد خطرناک سمجھا جاتا تھا۔ جب شاہ صاحبؒ نے قرآن کریم کا فارسی ترجمہ کیا تو دہلی کی مسجد فتح پوری پر علمائے سوء کی طرف سے ان پر قاتلانہ حملہ کرایا گیا اور یہ پروپیگنڈہ کیا گیا کہ جب دفتروں کے محرر قرآن کو جاننے لگیں گے تو علماء کی کیا ضرورت باقی رہے گی اور ان کا اقتدار کیسے قائم رہے گا؟ (تحریک شیخ الہند) (جاری)

> جب شاہ صاحبؒ نے قرآن کریم کا فارسی ترجمہ کیا تو دہلی کی مسجد فتح پوری پر علمائے سوء کی طرف سے ان پر قاتلانہ حملہ کرایا گیا اور یہ پروپیگنڈہ کیا گیا کہ جب دفتروں کے محرر قرآن کو جاننے لگیں گے تو علماء کی کیا ضرورت باقی رہے گی اور ان کا اقتدار کیسے قائم رہے گا؟

حضرت عبد اللہ بن المبارکؒ کا جذبۂ تواضع

سیدنا حضرت عبداللہ ابن المبارکؒ جب ''مرو'' میں رہتے تھے تو ایک بڑے مکان میں قیام پذیر تھے جس کا صحن پچاس گز لمبا چوڑا تھا، اور روزانہ شہر کے بڑے بڑے علماء، امراء اور شیوخ آپ کے مکان پر جمع ہوتے اور آپ کے انتظار میں باہر بیٹھے رہتے اور جب آپ باہر تشریف لاتے تو ملاقات کا شرف حاصل کرتے تھے، مگر جب آپ ''کوفہ'' پہنچے تو وہاں ایک چھوٹے سے مکان میں قیام کیا اور نماز کے اوقات کے علاوہ آپ مکان سے باہر تشریف نہ لاتے، راوی کہتا ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آپ سے پوچھا کہ ''اب آپ کو تنہائی سے وحشت نہیں ہوتی، کہ ''مرو'' میں اتنی خلقت کے درمیان رہتے تھے اور یہاں بالکل تنہا ہیں''؟ تو آپ نے یہ سن کر ایسا جواب دیا جو سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے، آپ نے فرمایا کہ: ''مرو'' کی جس چیز کو تم پسندیدہ سمجھ رہے ہو اسی سے تو بھاگ کر میں یہاں آیا ہوں، یہ تنہائی جسے تم ناپسند سمجھ رہے ہو یہی مجھے مرغوب ہے، جب میں ''مرو'' میں تھا تو جو بھی معاملہ پیش آتا میرے حوالہ کر دیا جاتا اور جو بھی مسئلہ کھڑا ہوتا یہ کہا جاتا کہ ''ابن مبارک سے پوچھ لو'' آج مجھے ان جھمیلوں سے نجات ملی ہوئی ہے۔ کوفہ کے زمانۂ قیام میں ایک مرتبہ آپ پانی پینے کے لئے ''سقایہ'' پر تشریف لے گئے وہاں لوگ جمع تھے، آپ پانی پینے کے لئے آگے بڑھے، لوگوں نے آپ کو نہ پہچانا جس کی وجہ سے آپ کو بھی لوگوں کی بھیڑ کی بنا پر ''دھکا مکی'' کی زحمت اٹھانی پڑی، جب آپ وہاں سے باہر نکل کر آئے تو فرمایا: ''یہی اصل زندگی ہے جس میں نہ پہچانے جائیں، نہ عزت کی جائے''۔ ایک مرتبہ نضر ابن محمدؒ نے اپنے بیٹے کے ولیمہ میں آپ کو دعوت دی، تو آپ تشریف لے گئے اور جا کر لوگوں کو کھانا کھلانے والوں میں شامل ہوگئے، نضر ابن محمد یہ دیکھ کر حیران رہ گئے، اور منت سماجت کر کے وہاں سے آپ کو لا کر الگ بٹھایا۔ (مقدمہ کتاب الزہد ۴۳، ۴۴، ۴۶)

ریاستہائے متحدہ امریکہ کا نظام حکومت (۲۳)

سینیٹ: سینیٹ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے ایوانِ بالا (Upper Chamger) کا نام ہے۔ اس میں ہر امریکی ریاست کو دو نمائندے بھیجنے کا حق حاصل ہے۔ اس طرح سے یہ ایوان ریاستہائے متحدہ امریکہ کے ممبر ریاستوں (Member States) کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس میں ہر ریاست کو یکساں نمائندگی (Equal Representation) بلالحاظ آبادی یا رقبہ حاصل ہے۔ پس ہر چھوٹی اور بڑی ریاست کو یکساں اور مساوی نمائندگی حاصل ہے۔ ۱۹۱۳ء سے پہلے اس کے ممبروں کا انتخاب ریاستی مجلس قانون ساز (State Legislature) کے ممبر کرتے تھے، لیکن ۱۹۱۳ء میں ایک دستوری ترمیم کے ذریعے اس کا انتخاب براہِ راست ریاستوں کے عام ووٹر کرنے لگے۔ اس طرح سے یہ اب عوام کی باقاعدہ منتخبہ جماعت ہے۔

مدت ممبری: اس کے ممبر چھ سال کے لیے چنے جاتے ہیں۔ ان ممبروں کی ایک تہائی تعداد ہر دو سال کے بعد ریٹائر ہوتی ہے۔ ریٹائر ہونے والے ممبر دوبارہ بھی الیکشن لڑ سکتے ہیں۔ اس طرح سے سینیٹ ایک مستقل جماعت ہے یعنی پوری جماعت کا انتخاب ایک بار نہیں ہوتا۔

حقوق و مراعات: سینیٹ کے ممبروں کو وہ سارے حقوق اور مراعات حاصل ہوتے ہیں جو ایوانِ نمائندگان کے ممبروں کو حاصل ہیں۔

ممبری کی شرطیں Qualifications): ریاستہائے متحدہ کے سبھی شہری کہ جن کی عمر ۳۰ سال سے کم نہ ہو اور جو کم سے کم نو سال سے وہاں رہ رہے ہوں سینیٹ کی ممبری کے لیے کھڑے ہوسکتے ہیں لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اس ریاست کے شہری بھی ہوں کہ جہاں سے وہ الیکشن لڑ رہے ہوں۔ سرکاری ملازم یا کسی منفعت بخش عہدے پر فائز ہونے والے یا سرکاری ٹھیکیدار اس کے الیکشن کے لیے نہیں کھڑے ہوسکتے ہیں۔

صدر: سینیٹ کا صدر ریاستہائے متحدہ کا نائب صدر بہ لحاظ یا بحیثیت اپنے عہدے کے ہوتا ہے۔ وہ ایوانِ نمائندگان کے صدر یا اسپیکر کی مانند نہ تو اکثریتی پارٹی کا لیڈر ہوتا ہے اور نہ وہ کسی پارٹی کی جانبداری کرتا ہے۔ وہ ایک صدر کا انتخاب بھی کرتی ہے جو نائب صدر کی عام عدم موجودگی میں اس کے جلسوں کی صدارت کر سکے۔ یہ سینیٹ کی اکثریتی پارٹی کا نمائندہ ہوتا ہے۔

کمیٹیاں: سینیٹ کی مختلف کمیٹیاں ہوتی ہیں اور یہ اس کی تنظیم کا اہم عنصر ہیں۔ ہر کمیٹی سینیٹ کا کوئی نہ کوئی اہم اور خاص فرض انجام دیتی ہے۔ ان کمیٹیوں میں مالی (Finance) کمیٹی، امورِ خارجہ (Foreign Relation) کمیٹی، عدالتی کمیٹی اور بین ریاستی (Inter States) کمیٹی قابل ذکر ہیں۔ سینیٹ کے سامنے جو معاملے بھی آتے ہیں۔ ان کے بارے میں متعلقہ کمیٹیوں کی رائے لی جاتی ہے۔ سینیٹ کا کوئی بھی ممبر ایک وقت میں دو سے زیادہ کمیٹیوں کا ممبر نہیں ہوسکتا۔

گاھے گاھے باز خواں......

ہفت روزہ الجمعیۃ ۱۶ سال پہلے

ماضی کے جھروکوں سے حال پر روشنی ڈالتے ہوئے مستقبل کا اشاریہ!

ہفت روزہ **الجمعیۃ** نئی دہلی

۳/تا ۹/فروری ۲۰۰۶ء

بھاگلپور فساد کی فائل دوبارہ کھولنے کا فیصلہ

بہار حکومت کا ایک خوش آئند قدم

۱۹۸۹ء میں بہار کے بھاگلپور میں زبردست فساد ہوا تھا جس کی تحقیقات کے بعد اس کی فائل بند کردی گئی تھی، مگر جب ۲۰۰۵ء میں نتیش کمار کی حکومت قائم ہوئی تو انھوں نے یہ فائل دوبارہ کھولنے کا حکم دیا۔ اس پر ہفت روزہ الجمعیۃ کے مدیر تحریر ایم ایس جامعی نے ایک اداریہ تحریر کیا تھا جو حسب ذیل ہے۔

مرکزی یوپی اے حکومت نے ۱۹۸۴ء میں مسز اندرا گاندھی کے بہیمانہ قتل کے بعد راجدھانی دہلی میں اور ملک کی دوسری ریاستوں میں ہونے والے ہندو سکھ فسادات کے متاثرین کے زخموں پر مرہم رکھنے کے لیے جس نئے پیکیج کا اعلان کیا ہے اس کے تحت سات ارب چودہ کروڑ چھتّر لاکھ روپے کی اضافی امداد دی جائے گی، جس میں مہلوکین کے خاندانوں کو فی کس تین لاکھ پچاس ہزار روپے، زخمیوں کو فی کس ایک لاکھ پچیس ہزار روپے اور فساد زدہ ریاستوں کو خیر باد کہہ کر پنجاب جا کر بس جانے والے بائیس ہزار خاندانوں کو فی خاندان دو دو لاکھ روپے بطور معاوضہ دیئے جائیں گے۔ ان کے علاوہ رہائشی املاک کے نقصان کے لیے پچاسی کروڑ انتالیس لاکھ روپے اور تجارتی و صنعتی اداروں کے نقصان کی تلافی کے لیے چھیاسٹھ کروڑ ایک لاکھ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ہندستان کی آزادی کے بعد کے اُنسٹھ سالوں میں اب تک ہزاروں فرقہ وارانہ فسادات ہو چکے ہیں جن میں ہزاروں ہزار بے قصور جوان، بوڑھے، بچے اور خواتین صرف اس جرم میں موت کی نیند سلا دیئے گئے کہ وہ ایک خاص مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ اربوں کھربوں کی ان کی جائیدادیں جلا کر خاک کر دی گئیں اور پھر ان کے زخموں پر نمک پاشی کرتے ہوئے انھیں ہی گرفتار کیا گیا۔ انھیں ہی زدوکوب کیا گیا۔ تلاشی کے نام پر انھیں کے گھروں کے دروازے توڑ کر ان کی خواتین کو بے عزت کیا گیا اور پھر انھیں ہی جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈال کر ان کے پسماندگان کو در در کی بھیک مانگنے پر مجبور کیا گیا۔ انھیں نہ کوئی ریلیف دی گئی نہ جان ومال کا کوئی خاطر خواہ معاوضہ دیا گیا بلکہ انھیں مقدمات میں پھنسا کر مزید کسمپرسی کے گہرے غار میں دھکیلنے کی کوشش کی گئی اور یہ سب کچھ عام طور پر خود کو سیکولر کہنے والی پارٹیوں اور لیڈروں کے دور اقتدار میں ہوتا رہا ہے جس میں موجودہ یو پی اے حکومت میں شامل کئی ایک پارٹیاں بھی شامل ہیں۔ حد کی بات تو یہ ہے کہ اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ مسٹر ملائم سنگھ یادو جو خود کو مسلمانوں اور اقلیتوں کا مسیحا کہنے میں بھی اس معاملہ میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں، ۱۹۸۷ء کے میرٹھ، ملیانہ اور ہاشم پورہ کے فساد زدگان کو انصاف دلانے سے بچنے اور ۶/دسمبر ۱۹۹۲ء کے بابری مسجد کے قاتلوں کو بچانے کے لیے جس طرح وہ چشم پوشی کر رہے ہیں اسے کھلی آنکھوں دیکھا جاسکتا ہے حالانکہ یہ سب نام نہاد سیکولر پارٹیاں اور ان کے لیڈر سیکولرزم اور جمہوریت کے نام پر ہی برسر اقتدار آتے رہے ہیں۔ وہ یہ یقین دہانی بھی کراتے رہے ہیں کہ وہ قانون پر مکمل عمل درآمد کریں گے۔ وہ حقوق وانصاف اور سب کے ساتھ یکساں سلوک کے نعرے بھی لگاتے رہے ہیں مگر یہ بات افسوس کے ساتھ ہی نوٹ کی جائے گی کہ نہ تو انھوں نے اقلیتوں کے ساتھ اس معاملہ میں کوئی انصاف کیا اور نہ ہی انھیں ان کا حق دیا۔

۱۹۸۴ء کا ہندو سکھ فساد پہلا واقعہ ہے جب گذشتہ اکیس سالوں میں وقفہ وقفہ سے ہی سہی سکھوں کے ساتھ کی گئی زیادتیوں کی تلافی کی یہ کوشش کی جارہی ہے حالانکہ اس واقعہ میں بھی قصورواروں کو باقاعدہ قانونی طور پر سزا نہیں دی گئی تاہم کئی اہم لیڈروں کے خلاف سیاسی کارروائی، انکوائری کمیشنوں کا قیام اور ہر جانچ رپورٹ کے بعد کچھ لوگوں کے خلاف مقدمات و کارروائی کا سلسلہ بہرحال جاری ہے۔

ان حالات میں بہرحال ایک خوش آئند خبر ہے کہ بہار کی نئی حکومت نے ۱۹۸۹ء کے بھاگلپور فساد کی فائل دوبارہ کھولنے اور مظلومین کو انصاف دلانے کا فیصلہ کیا ہے۔ حکومت بہار جلد ہی اس سلسلہ میں ایک قرطاسِ ابیض بھی شائع کرنے والی ہے۔ ریاست کے نئے وزیر اعلیٰ مسٹر نتیش کمار نے اعلان کیا ہے کہ بہتر اور اچھی حکمرانی کے لیے ہماری حکومت کے پروگرام کا تقاضہ بھی یہ ہی ہے کہ اس بدترین فرقہ وارانہ فساد کا شکار ہونے والے لوگوں کو انصاف دلایا جائے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ چونکہ وہ اپنے انتخابی منشور میں اس کا وعدہ کر چکے ہیں اس لیے وہ ہر قیمت پر اسے انجام دیں گے چاہے اس کے لیے انھیں اس کی کوئی بھی قیمت کیوں نہ چکانی پڑے۔

بعض سیاسی مبصرین کا خیال ہے کہ مسٹر نتیش کمار کا یہ اعلان ایک سیاسی ہتھکنڈا ہے اور ان کا مقصد اس اعلان سے محض ایک طوفان برپا کرتا ہے اس لیے کہ سابقہ لالو رابڑی حکومت نے ۲۰۰۱ء میں ایک حکم جاری کر کے فساد کے متاثرین کی شناخت کے عمل پر روک لگادی تھی جس کی وجہ سے بھاگلپور فساد کے متاثرین معاوضہ سے محروم ہیں۔ اب یہاں سوال یہ ہے کہ موجودہ حکومت کی جو ہیئت ترکیبی ہے اور اس میں بی جے پی کی جو اہمیت ہے کیا مسٹر نتیش کمار اپنے اس وعدہ کو پورا کرسکیں گے؟

ہمارے خیال میں ابھی مسٹر نتیش کمار کی نیت پر کوئی شک نہیں کرنا چاہیے۔ اپنے انتخابی منشور میں جنتا دَل متحدہ نے یہ وعدہ کیا تھا اور نتیش کمار جنتا دَل کے کوٹہ سے ہی وزیر اعلیٰ بنے ہیں اس لیے یہ ٹھیک ہے کہ بی جے پی اور اس کے نائب وزیر اعلیٰ مسٹر سنیل کمار مودی ان کے لیے مشکلات کھڑی کر سکتے ہیں مگر نتیش کمار کے کام کرنے کا انداز بتا رہا ہے کہ وہ بڑی حد تک اپنے مقاصد واہداف حاصل کرنے میں کسی دباؤ کو قبول کرنے کے موڈ میں نہیں ہیں اور غالبًا یہ ہی وجہ ہے کہ انھوں نے جب بھاگلپور فساد کی فائل دوبارہ کھولنے کا اعلان کیا تو انھوں نے صاف کہا کہ وہ ہر قیمت پر اپنے اس فیصلہ پر عمل کریں گے۔

بہرحال کیا ہوتا ہے اور نتیش کمار اپنے اس فیصلے کو کس طرح عملی جامہ پہناتے ہیں یہ تو ابھی دیکھنے کی بات ہے مگر انھیں یہ حقیقت تسلیم کر لینی چاہیے کہ جن لوگوں کے ووٹوں سے وہ اقتدار کے گلیاروں تک پہنچنے میں کامیاب ہوسکے ہیں وہ اب کافی بیدار ہو چکے ہیں۔ وہ ان کے وعدوں اور دعوؤں کو پرکھنا جان گئے ہیں اس لیے اس سلسلہ میں کوئی بھی مصلحت پسندی انھیں فوراً نہ سہی مگر پانچ سال بعد تخت سے تختہ پر لاسکتی ہے۔

عالم اسلام

سعودی کا ہندستان سے الیکٹرانک اور ڈیجیٹل ٹیکنالوجی میں تعاون

سعودی عرب کی کابینہ نے مواصلات اور انفارمیشن کے وزیر کو ہندوستان کی الیکٹرانکس اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کی وزارت کے ساتھ ڈیجیٹل ٹیکنالوجیز اور الیکٹرانکس کے شعبے میں تعاون بڑھانے اور اسے فروغ دینے کے لیے مفاہمت کی یادداشت پر دستخط کرنے کا اختیار دیا ہے۔ سعودی عرب کی سرکاری نیوز ایجنسی ایس پی اے کے مطابق کابینہ نے ہفتہ وار اجلاس میں سعودی عرب میں آبپاشی کے نظام کے حتمی پروگراموں کی بھی منظوری دی ہے۔ سعودی کابینہ نے اجلاس میں مملکت میں اریگیشن آرگنائزیشن کے علاوہ زکوٰۃ و ٹیکس اور کسٹم اتھارٹی سے متعلق گزشتہ دو سال کے حتمی پروگراموں کی بھی منظوری دے دی۔

سعودی عرب ایران کی جارحانہ پالیسیوں کی مذمت کرتا ہے: کابینہ

سعودی کابینہ نے سوڈان میں امن وسلامتی کے تحفظ استحکام اور خوشحالی میں معاون ہر اقدام کی تائید وحمایت کا عزم ظاہر کیا ہے۔ سرکاری خبر رساں ایجنسی ایس پی اے کے مطابق سعودی کابینہ نے شاہ سلمان بن عبدالعزیز کی زیر صدارت اجلاس میں ایران سے متعلق امریکی خلیجی اجلاسوں کی تائید وحمایت کرتے ہوئے کہا کہ فریقین خطے کے امن واستحکام میں اپنا کردار ادا کرنے کے سلسلے میں پرعزم ہیں۔ کابینہ نے ایران کی جارحانہ پالیسیوں کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ اسے ایٹمی طاقت بننے سے باز رکھنے سے متعلق عالمی کوششوں کے حامی ہیں۔ کابینہ نے سوڈان میں امن واستحکام اور ترقی وخوشحالی میں معاون ہر اقدام کی تائید و حمایت پر مشتمل سعودی عرب کے غیر متزلزل موقف کا اعادہ کیا ہے۔ اجلاس نے سوڈان میں عبوری دور کے فریقوں کے درمیان آئندہ مرحلے کے اقدامات سے متعلق معاہدے کا خیر مقدم کیا ہے۔ کابینہ نے اس اعتماد کا بھی اظہار کیا کہ اس کی بدولت خطے کے امن واستحکام میں معاون مشترکہ دفاعی عمل مزید مضبوط ہوگا۔ کابینہ نے مملکت کے ساتھ تحویل مجرمین معاہدے کے رہنما نمونے کی منظوری دی اور وزیر داخلہ کو مختلف ملکوں کے ساتھ تحویل مجرمین معاہدے کا اختیار تفویض کیا ہے۔ اجلاس میں سرکاری اداروں کی سالانہ رپورٹیں تیار کرنے کے لیے گائیڈ لائن کی بھی منظوری دی گئی ہے۔

امیر کویت نے شیخ صباح الخالد کو دوبارہ وزیراعظم مقرر کردیا

کویت کے وزیراعظم شیخ صباح الخالد کو دوبارہ وزیراعظم مقرر کردیا گیا ہے۔ امیر کویت کی جانب سے ان کی تقرری کے ساتھ انہیں نئی کابینہ تشکیل دینے کا کام سونپا گیا ہے۔ عرب نیوز کے مطابق کویت کی سرکاری نیوز ایجنسی کونا نے منگل کو بتایا ہے شیخ صباح جو ۲۰۱۹ء کے اواخر سے وزیراعظم تھے، انہیں ولی عہد شیخ مشعل الاحمد الصباح کے جاری کردہ ایک حکم نامے پر دوبارہ تعینات کیا گیا ہے جب کہ ۸ر نومبر کو منتخب پارلیمنٹ کے ساتھ شیخ صباح نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا تھا۔ امیر کویت شیخ نواف الاحمد الصباح نے گزشتہ ہفتے عارضی طور پر اپنی کچھ اہم آئینی ذمہ داریاں اپنے نامزد جانشین ولی عہد شیخ مشعل الاحمد الصباح کو سونپ دی تھیں، ان ذمہ داریوں میں وزیراعظم کو نامزد کرنا اور کابینہ کا حلف لینا شامل ہے۔ امیر کویت نے حکومت اور اپوزیشن کے قانون سازوں کے درمیان ایک ماہ سے جاری تعطل ختم کرنے کے اقدامات کے تحت یہ استعفیٰ قبول کیا تھا۔

سوشل میڈیا اور اسلام

تحریر: مفتی امانت علی قاسمی

اسلام ایک عالمی و آفاقی دین ہے جس میں زندگی کے ہر نیے چیلنجوں کو قبول کرنے کی بھرپور صلاحیت ہے۔ اسلام کی بنیادی ذمہ داریوں میں تبلیغ ہے۔ حدیث میں ہے **بلغوا عنی ولو آیۃ** آج کا دور انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کا دور ہے۔ اس وقت اسلام دشمن طاقتیں، اسلام مخالف پروپیگنڈوں کے لیے انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کا بھرپور استعمال کررہی ہیں، مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ بھی انٹرنیٹ سے جڑا ہوا ہے اور اپنی دینی معلومات کے لیے گوگل اور یوٹیوب کو امہات الکتب شمار کررہا ہے اور اس پر موجود مواد کو ہی صحیح دین کا مصدر و مرجع سمجھ رہا ہے، مستشرقین اور یہودیوں کے گہرے تعلقات انٹرنیٹ، بلاگس اور سوشل میڈیا سے شروع ہی سے رہے ہیں۔ اس کے ذریعہ وہ اسلام و مسلمانوں کے خلاف پوری دنیا میں طرح طرح کی افواہیں، پروپیگنڈے پھیلاتے ہیں اور تعلیمات اسلامی کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں۔ اس کا استعمال اپنے مفادات کے لیے کرتے ہیں اور اور اس دائرہ کار میں اضافہ کے لیے کثرت سے لوگوں کو جوڑتے ہیں۔ اس کے برے نتائج اس وقت برآمد ہوتے ہیں جب نسل نو کے معصوم صارفین اسلام سے متعلق کچھ جاننا چاہتے ہیں تو یہودیوں و مستشرقین کے سلجھے اور لچھے دار اسلوب و انداز سے متاثر ہوجاتے ہیں اور اسی کو حقیقی اسلام تصور کرنے لگتے ہیں اور اپنی زندگی کو انہی کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق ڈھال لیتے ہیں۔ ان کا معصوم ذہن اس چیز کا ادراک کرنے سے قاصر رہتا ہے کہ حاصل شدہ مواد و مضامین اور افکار و خیالات خام اور تعلیمات اسلامی کے بالکل منافی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نسل نو کے نوخیز نوجوانان فکری و عقلی انحراف کے زیادہ شکار ہیں اور ان کے ذریعہ سے وہ ان جماعتوں میں بھی اپنی گٹھ جوڑ کرلیتے ہیں جن کی دین اسلام سخت نکیر کرتا ہے۔ یہودیوں اور دیگر اسلام دشمن طاقتوں کے ساتھ اس میدان میں قادیانی بھی بہت آگے ہیں انہوں نے اسلامی نام سے بہت سے ویب سائٹ بنائے ہیں جس کے بارے میں عام مسلمانوں کا خیال یہ ہوتا ہے کہ یہ اسلامی سائٹس ہیں جن سے استفادہ کرنا چاہیے جب کہ حقیقت میں وہ گمراہی کا مخزن اور تحریفات کی آماجگاہ ہوتے ہیں جن سے استفادہ کرکے یا متاثر ہوکر ہمارے بہت سے سادہ لوح مسلمان اسلامی عقائد و تعلیمات سے بہت دور ہوجاتے ہیں اور بسااوقات اپنے ایمانی جسم پر کفر کا لباس زیب تن کر لیتے ہیں اس سے واقف ہونا اور عام مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کی فکر و کوشش کرنا یہ ہمارا ایمانی فریضہ اور شرعی ذمہ داری ہے۔

بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ ہم تحریری طور پر اسلامی تعلیمات کو پیش کرتے ہیں اور ہر طرح کا مسکت جواب دیتے ہیں جب کہ آج لوگ پڑھنے سے بیزار ہوکر موبائل اور انٹرنیٹ پر آگیے ہیں، وڈیو دیکھ کر اطمنان کرلیتے ہیں؛ بلکہ وڈیو پروگرام کی لت ان پر اس قدر مسلط ہوگئی ہے کہ وہ ہر مرض کا علاج یوٹیوب کے میڈیکل میں تلاش کرتے ہیں اور ہر درد کی دوا گوگل کے سرچ ہاسپٹل میں ڈھونڈتے ہیں، کتابوں سے بیزاری کے ساتھ یہ نشہ اس قدر حاوی ہوگیا ہے کہ وہ انٹرنیٹ کی دنیا کو ہی اپنا مے خانہ، گوگل کو جام وسبو اور یوٹیوب کو ساغرو مینا تصور کیے ہوئے ہیں، یوٹیوب کے اس قدر عادی ہوچکے ہیں کہ بغیر یوٹیوب پر کچھ دیکھے ان کو نیند نہیں آتی ہے گویا کہ یوٹیوب موجودہ نسل کی نیند کی گولی ہے جسے سونے سے قبل وہ ضرور لیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہماری تحریریں جو صحیح اسلام کی نمائندگی کررہی ہوتی ہیں وہ لوگوں کی دسترس سے دور رہ جاتی ہیں اور باطل افکار وخیالات کے حامل لوگوں کی طرف سے بنائی گئی دڈیوز لوگوں کی زندگی اور ان کے اعمال پر اثر انداز ہوجاتی ہیں یہ کوئی ایک دو واقعہ نہیں ہے؛ بلکہ سوشل میڈیا پر رہنے والا ہر شخص اس صورت حال سے واقف ہے۔ ابھی کورونا کے دور میں خود میں نے بہت سے مسائل پر تحریریں لکھیں اور ہمارے پاس اسی مسئلہ سے متعلق بعض وڈیوز آئے کہ اس میں جو کہا گیا ہے وہ درست ہے یا نہیں؟ جب کہ میری وہ تحریر بھی ان کے پاس موجود ہے؛ لیکن میری تحریر ان کے استفادے کے قابل نہیں ہے؛ اسی لیے وہ وڈیو دیکھ کر یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ہم اس وڈیو پر عمل کرسکتے ہیں یا نہیں؟

انٹرنیٹ پر بہت سے لوگ اپنے آپ کو اسلام کا ترجمان باور کراکر موجودہ آلات سے لیس ہوکر اسلام کی ترجمانی کرتے ہیں دارالافتا میں اس طرح کے سوالات آئے دن آتے رہتے ہیں کہ ہمیں فلاں صاحب کی بات بہت اچھی لگتی ہے ہم ان کا بیان سن سکتے ہیں یا نہیں؟ ہم چوں کہ انٹرنیٹ سے دور ہیں اور مذکورہ بیان سے ناواقف ہیں اس لیے کوئی صحیح جواب دینے سے قاصر ہوتے ہیں اور یہ لکھ دیتے ہیں کہ ہمیں ان کے بارے میں معلومات نہیں ہیں؛ لیکن ارباب تحقیق جانتے ہیں کہ یہ سوال کا جواب نہیں ہے اور نہ ہی ہم اس طرح کے جواب سے اسلام کی صحیح ترجمانی کرپاتے ہیں؛ اس لیے آج ضرورت ہے کہ اسلام کے آفاقی پیغام کو آفاق تک پہونچانے کے لیے موجودہ زمانے کے آلات استعمال کیے جائیں اور لوگوں سے ان کی زبان میں بات کی جائے ان کے اسلوب اور مانوس طریقہ میں گفتگو کی جائے۔

اسلام ایک داعی مذہب ہے اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ لوگوں سے ان کی متعارف و مانوس زبان میں گفتگو کی جائے، انٹرنیٹ کا ایک مثبت پہلو اور مفید استعمال یہ ہوسکتا ہے کہ بحیثیت داعی قوم کے پوری دنیا کو دعوت کا میدان بنایا جائے اور انٹرنیٹ کے وسیع پنڈال کے ذریعہ معمولی خرچ کے ساتھ پوری دنیا کے لوگوں تک دین کی دعوت پہونچائی جائے، اور اسلام کے عالمی دعوتی مشن کے لیے انٹرنیٹ کے اسی فارمیٹ کو استعمال کیا جائے جس کے لوگ زیادہ دیوانے ہیں۔

ہندوستان میں اسلاموفوبیا کا مرض بھی بڑی تیزی سے بڑھ رہا ہے، اسلام کے تعلق سے برادرانِ وطن کے دل میں خوف و ہراس پیدا کرکے ان کے اندر مسلمانوں کے تئیں نفرت پیدا کرنا اسلاموفوبیا ہے۔ یہ مرض یورپ سے شروع ہوا اور اب ہندوستان میں اس کی جڑیں مضبوط ہورہی ہیں آئے دن ہم نفرت اور پرتشدد واقعات اور ماب لنچنگ دیکھتے ہیں یہ سب اسلاموفوبیا کا حصہ ہے اس پر قابو پانے کے لیے ضروری ہے کہ اسلام کی حقیقی تصویر سامنے لائی جائے، اسلام کا پیغام امن واخوت، مساوات، انسانی ہمدردی، انسانی حقوق کی پاسداری اور اسلام کے نظام عدل وانصاف کی بالادستی کو لوگوں کے سامنے لایا جائے۔

اس سلسلے میں جو سب سے بڑی رکاوٹ ہے وہ وڈیوگرافی ہے۔ حضرات اہل علم تحریروں کے ذریعہ سے انٹرنیٹ پر اسلامی مواد شیئر کررہے ہیں؛ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس کا خاطر خواہ فائدہ نہیں ہورہا ہے اسی طرح آڈیو پیغامات کا بھی ایک سلسلہ ہے جس سے بہر حال بہت سے لوگ جڑ رہے ہیں لیکن جس درجہ کی ضرورت ہے اس کی تکمیل نہیں ہورہی ہے اس لیے کہ اس وقت لوگ وڈیو دیکھنے اور سننے کے عادی ہوچکے ہیں اس کے بغیر سوشل میڈیا پر اسلام کے تئیں منفی رویوں کا مسکت جواب نہیں دیا جاسکتا ہے ہماری تحریریں ان حلقوں اور ذہنوں تک نہیں پہونچ پاتی ہیں جن کے ذہنوں کو پراگندہ کیا گیا ہے۔

ضروری ہے کہ تصویر پر بھی مختصر گفتگو کی جائے، تصویر کی جو ممانعت اور سخت وعید قرآن و حدیث میں ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں ہے اور موبائل یا انٹرنیٹ پر جو تصاویر آتی ہیں وہ تصاویر محرمہ کے دائرے میں ہے یا نہیں؟ یہ ایک مختلف فیہ بحث ہے۔ ہندوستان کے ارباب افتاء کی بڑی جماعت کی رائے یہی ہے کہ ڈیجیٹل تصاویر بھی تصاویر محرمہ کے دائرے میں آتی ہیں؛ لیکن اسی کے ساتھ ایک دوسرا سوال جڑا ہوا کہ اسلام کی تبلیغ واشاعت، اسلام پر ہونے والے منفی تبصرے، اسلام کے تعلق سے کیے جانے والے بے جا اعتراضات کے جوابات، صحیح اسلامی تعلیمات کی اشاعت، غلط افکار ونظریات اور غلط مسائل کے مقابلے میں صحیح افکار ونظریات کو پیش کرنے کے لیے انٹرنیٹ اور وڈیو کا استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں جمعیۃ علماء ہند کے ادارہ مباحث فقہیہ؛ اسی طرح فقہ اکیڈمی انڈیا کی تجاویز ہے کہ ان مقاصد کے لیے انٹرنیٹ او روڈیو پروگراموں کا استعمال جائز ہے۔ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے بارہویں سیمینار کی تجاویز ملاحظہ کریں۔

(۱) اسلام کی نشر واشاعت اور اس کی حفاظت و بقاکے لیے ہر ممکن جدو جہد وسعی امت مسلمہ کا اہم فریضہ ہے۔

۲۰) **و اعدو لھم ما استطعتم من قوۃ** کے مطابق اس فریضہ کی انجام دہی کے لیے جدید و قدیم ہر ممکن جائز ذریعہ و وسیلہ کا استعمال کرنا درست ہے بلکہ ضرورت و حالات کے مطابق مفید وموثر وسیلہ استعمال کرنا ضروری ہے۔

(۳) بنیادی طور پر انٹرنیٹ آج کے زمانے کا سب سے اہم ذریعہ ابلاغ ہے اس کی حیثیت اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کے لیے ایک ذریعہ اور وسیلہ کی ہے اور ذرائع کا حکم شرعی متعین کرتے وقت یہ دیکھنا ہوگا کہ ان ذرائع کا استعمال کن مقاصد کے لیے ہورہا ہے ذرائع و وسائل کا استعمال جائز مقاصد کے لیے شرعا جائز اور ناجائز مقاصد کے لیے ناجائز ہے، پھر ان کا شرعی حکم اس طرح متعین ہوگا کہ ان مقاصد کا حصول فرض و واجب ہے یا مستحب ہے یا مباح ہے اور ان وسائل کا استعمال مکمل طور پر ان مقاصد کے حصول کے لیے جس حد تک ضروری ہو اسی کے بقدر ان وسائل کا استعمال فرض یا مستحب یا جائز ہوگا۔ اس اصولوں کی روشنی میں شرکاء سیمینار کی رائے ہے کہ انٹرنیٹ کا استعمال ایک شرعی، دینی، دعوتی، اجتماعی فلاح کے ذریعہ اور وسیلہ کی حیثیت سے جائز اور بعض دفعہ ضروری بھی، تاہم ضروری ہے کہ عرض اور پیشکش کے طریقے میں منکرات اور محرمات شرعیہ سے بچا جائے۔

(۴) ایک اہم سوال ان چینلوں کے حکم شرعی کا ہے جو خالص دینی و دعوتی مقاصد کے لیے قائم کیے گیے ہیں اور قائم کیے جارہے ہیں اور ہر طرح کی فحاشی،، عریانی سے پاک اور خالی ہیں کیا ایسے چینل کا قائم کرنا اور ان سے استفادہ کرنا جائز ہوگا یا نہیں ؟ تمام شرکاء سیمینار اس کو جائز قرار دیتے ہیں جب کہ بعض حضرات ان حالات میں بھی اجازت نہیں دیتے ہیں (ان میں چھ حضرات کے نام ہیں) (نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے، ص ۳۰۳)

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے تیسویں فقہی سیمینار ''المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد'' میں منعقدہ ۳-۴ر اکتوبر ۲۰۲۱ء کی تجویز ہے۔

۱۰۹ سوشل میڈیا موجودہ دور کی ایک اہم ایجاد ہے، جس سے منافع اور مفاسد دونوں وابستہ ہیں اور اس وقت یہ ابلاغ کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

(۲) اسلام کی اشاعت، دینی معلومات کی فراہمی، اخلاقی تعلیمات اور جائز معاشی فوائد وغیرہ کے لیے سوشل میڈیا کا استعمال وقت کی اہم ضرورت ہے؛ لہٰذا اس کے استعمال میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

(۳) اگر آڈیو یا ویڈیو کے مشتملات شرعی اعتبار سے درست ہوں تو ان کو سننے، دیکھنے اور دوسرے شخص کو بھیجنے پر کمپنی جو پیسہ دیتی ہے، اس کا لینا جائز ہے۔

(۴) ویڈیو کی نشر واشاعت کے لئے ناجائز یا غیر مصدّقہ اشتہارات کو اختیاری طور پر شامل کرنا درست نہیں ہے۔

۵۰) سوشل میڈیا کے استعمال میں شرعی واخلاقی اُمور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اور جو اُمور غیر شرعی اور غیر اخلاقی ہوں، ان سے اجتناب لازم ہوگا۔

(۶) سوشل میڈیا پر باطل اور گمراہ فرقوں کی طرف سے اسلام کے نام پر بنائی گئیں بہت سی سائٹس موجود ہیں؛ لہٰذا شرکاء سیمینار کی نوجوان نسل سے اپیل ہے کہ وہ ایسی سائٹس کے استعمال سے اجتناب کریں اور اس سلسلہ میں اپنے معتمد علماء سے رُجوع کریں۔ (تجاویز اسلامک

(باقی صـ۱۴ـ پر)

> **ہم تحریری طور پر اسلامی تعلیمات کو پیش کرتے ہیں اور ہر طرح کا مسکت جواب دیتے ہیں جب کہ آج لوگ پڑھنے سے بیزار ہوکر موبائل اور انٹرنیٹ پر آگئے ہیں، ویڈیو دیکھ کر اطمینان کرلیتے ہیں؛ بلکہ وڈیو پروگرام کی لت ان پر اس قدر مسلط ہوگئی ہے کہ وہ ہر مرض کا علاج یوٹیوب کے میڈیکل میں تلاش کرتے ہیں اور ہر درد کی دوا گوگل کے سرچ ہاسپیٹل میں ڈھونڈتے ہیں، کتابوں سے بیزاری کے ساتھ یہ نشہ اس قدر حاوی ہوگیا ہے کہ وہ انٹرنیٹ کی دنیا کو ہی اپنا مے خانہ، گوگل کو جام و سبو اور یوٹیوب کو ساغرو میناتصور کیے ہوئے ہیں۔**

سستی وکسل مندی
ایک لمحۂ فکریہ

تحریر: مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی

جب کسی قوم میں مقصد و ہدف سے دوری، سستی وکاہلی اور غفلت ولاپرواہی اجتماعی طور پر عام ہوجائے تو تباہی و بربادی اس کا نصیب اور تنزلی وزوال پذیری اس کا مقدر بن جاتی ہے۔کتاب وسنت کے مطالعہ سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہوتی ہے کہ قدرت قوموں کے مد و جزر، عروج و زوال اور تباہی و بربادی کے اصولوں کے اطلاق میں من حیث القوم کوئی فرق نہیں کرتی، جوقوانین اور اصول یہود ونصاریٰ کے لئے ہیں، وہی امت مسلمہ کے لیے ہیں اور جوضابطے اہل کفر کے لئے ہیں وہی اہل ایمان کے لیے ہیں۔حق تعالیٰ کے اصول اٹل ہیں ان میں کسی قسم کی تبدیلی ممکن نہیں۔

آج مسلمان زندگی کے ہر شعبے میں جس پس روی کا شکار ہیں، اس کی واحد بنیادی وجہ تساہل پسندی وغفلت شعاری ہے۔معروف سعودی عالم ڈاکٹر ناصر بن سلیمان العمر اپنی کتاب" الفتور: مظاہرہ واسبابہ"میں ارقام فرماتے ہیں کہ سستی کی بیماری کسی خاص گروہ یا جماعت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے؛ البتہ جب یہ کسی قوم ومعاشرے کو اپنا ہدف بناتی ہے تو صرف خاص عمر یا خاص پیشے والوں کو اپنی لپیٹ میں نہیں لیتی؛ بل کہ ہر عمر اور ہر قسم کے افراد خواہ علماء ہوں یا عوام، شیوخ ہوں یا نوجوان، مرد ہوں یا خواتین، امیر ہوں یا غریب، تندرست ہوں یا بیمار، پرہیز گار ہوں یا فاسق سب اس وبا میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔البتہ اس وبا میں مبتلا ہونے کی شدت مختلف ہوسکتی ہے۔یہ کسی کو شدید طور پر متاثر کرتی ہے اور کوئی اس سے کم متاثر ہوتا ہے۔اور ہر کسی کے اس بیماری میں مبتلا ہونے کی وجوہات بھی مختلف ہوسکتی ہیں۔

امام ابن جوزیؒ (م ۵۹۷ھ) فرماتے ہیں کہ ہر سانس ایک نفیس جوہر ہے جس کا معاوضہ کوئی چیز نہیں ہوسکتی۔"کل" کا تصور ہماری زندگی میں ایک دھوکا ہے جو ہمیں ضیاع وقت کے افسوس سے بچاتا رہتا ہے۔انسان کی زبان میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو'کل' کے لفظ کی طرح اتنے گناہوں، اتنی حماقتوں، اتنی وعدہ خلافیوں، اتنی بے جا امیدوں، اتنی غفلتوں، اتنی بے پروائیوں اور اتنی برباد ہونے والی زندگیوں کے لئے جواب دہ ہو؛ کیوں کہ اس کا آنے والا'کل'یعنی'فردا' کبھی نہیں آتا۔شاید اسی لیے داناؤوں کے رجسٹر میں"کل" کا لفظ کہیں نہیں ملتا، البتہ بے وقوفوں کی جنتریوں میں یہ بکثرت مل سکتا ہے۔

علّامہ ابنِ قدامہ مقدسیؒ (م ۶۸۹ھ) لکھتے ہیں: کام کو آئندہ پر ٹالنے والے شخص کی مثال اُس آدمی کی سی ہے جسے ایک درخت کاٹنا ہو، جب وہ دیکھے کہ درخت بہت مضبوط ہے اور بہت مشقّت سے کٹے گا تو وہ کہے کہ میں ایک سال کے بعد اِس کو کاٹنے کے لئے آؤں گا؛ مگر اُسے یہ شُعور نہیں ہوتا کہ اِس عرصے میں درخت مزید مضبوط ہوجائے گا اور خود اُس شخص کی جتنی عمر گزرتی جائے گی وہ کمزور ہوتا جائے گا۔ آج جب وہ طاقتور ہونے کے باوجود درخت کو نہیں کاٹ سکا تو ایک سال بعد جب وہ کمزور ہوجائے گا اور درخت زیادہ مضبوط، تو وہ کیونکر اُس درخت کو کاٹ سکے گا۔ (مختصر منہاج القاصدین، ص ۳۱۶)

غور کیا جائے تو سستی اور کاہلی کی مختلف وجوہات ہوسکتی ہیں، مثلاً زندگی کے بارے میں مقاصد کا واضح نہ ہونا، ترجیحات کا متعین نہ ہونا۔ اہم اور فوری امور کے بارے میں شعور کی کمی، اطمینان اور حسن کارکردگی کی کمی یا ناکامی کا خوف، اپنی ذات کا حقیقت سے بلند تصور، غلطیوں سے پاک کام کرنے کے بارے میں سوچتے رہنا، افراد اور متعلقہ لوگوں کو کام سپرد نہ کرنا، حالات اور ضرورت کے مطابق مطلوبہ صلاحیتوں کا فقدان اور ارادے کی کمزوری، وغیرہ۔

بیکاری کی نحوست

معاشرہ میں کسل مندی اور بے کاری کا رجحان اس کی بنیادوں کو کھوکھلا کردیتا ہے۔"بیکاری" ہزار خرابیوں کے پروان چڑھنے کا سبب بنتی ہے۔ بیکاری سے برائیوں کے دہانے کھلتے ہیں اور لایعنی معصیت تک پہنچا کر دم لیتی ہے۔آدمی مصروف رہے تو بے شمار برائیوں سے خود بخود بچا رہتا ہے۔غیر قوموں میں اس کا خاص اہتمام ہے کہ وہ اپنے بچوں کو ابتدا ہی سے تعلیم کے ساتھ ساتھ فارغ اوقات میں اپنے کاروبار میں مشغول رکھنے کا اہتمام کرتے ہیں؛ مگر مسلمان معاشرے میں اولاً تعلیم ہی ضرورت سے کم ہے اور تعلیم ہے بھی تو اس کے ساتھ بیکاری اور بری صحبت جیسی خرابیاں بھی ساتھ لگی ہوئی ہیں۔ضرورت ہے کہ اس سلسلہ میں قومی بیداری پیدا کی جائے اور والدین کو آگاہ کیا جائے کہ وہ اپنی اولاد کو بیکاری کے عیب سے بچائیں۔ورنہ اولاد جہنم کا ایندھن بن جائے گی۔

آج پان کی دکان پر، چائے کی سدابہار ہوٹلوں کے پاس، گلیوں اور شاہراہوں کے نکڑوں پر، یہ ہم عمروں کی بھیڑ کیسی؟ جو ہنسی مذاق میں مشغول اور ادھر ادھر گنہگار نگاہیں ڈالنے میں مصروف ہیں۔ جائیے! قریب جاکر معلوم کرلیجئے! ہر ایک اپنی شناخت "اسلامی نام" سے بتادے گا؛ لیکن یہ مفت میں یہاں کھڑے ہوکر گناہ لوٹنے میں کیوں دلچسپی لے رہے ہیں؟ کیا انہیں کوئی روک ٹوک کرنے والا نہیں ہے؟ ہاں! مگر روک ٹوک کون کرے؟ اگر غیر روکے گا تو اس کی عزت کی خیر نہیں اور والدین کو اپنے پیاروں کی بیکاری اور مٹر گشتی پر فکر ہوتی تو رونا ہی کس بات کا تھا؟ (ملخص از آج کا سبق، ص ۵۳، مفتی اعظم حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ)

غفلت پسند اور سست مزاج لوگوں کو وقت کی قدر و قیمت کا اندازہ نہیں ہوتا۔دن چڑھتا ہے تو ان پر سستی کی چادر تن جاتی ہے، ہلکے پھلکے آسان کام بھی انہیں پہاڑ کی طرح بھاری بھرکم دکھائی دیتے ہیں۔وقت کی متاع گراں مایہ وہ اپنے ہاتھوں سے برباد کرکے کہتے ہیں: بس ذرا سی سستی ہوگئی! کام کرنے کو جی نہیں چاہا! آج نہیں تو کل ہوجائے گا۔لمحوں سے گھنٹے، گھنٹوں سے دن، دنوں سے ہفتے اور ہفتوں سے مہینے و سال گزرتے چلے جاتے ہیں؛ مگر غفلت و لاپرواہی کا شعور واحساس تک نہیں ہوتا۔ وقت کی تجوری سے جو خزانہ خرچ ہوگیا وہ کبھی واپس نہیں آتا۔ ہمارے ہاتھ میں جو وقت ہے وہی ہماری اصل زندگی ہے۔سستی اور کسل مندی کا آسیب ہماری انمول زندگی کو بے مول کرکے رکھ دیتا ہے۔قرآن مجید میں منافقین کے حوالے سے کہا گیا کہ وہ نماز میں سستی کرتے ہیں اور دکھاوے کے لیے نماز پڑھتے ہیں۔ (النساء) ایک موقع پر رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا:"شیطان تم میں سے ہر آدمی کے سر کے پیچھے رات میں سوتے وقت تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر یہ افسوں پھونک دیتا ہے کہ سوجا ابھی رات بہت باقی ہے۔ پھر اگر کوئی بیدار ہوکر اللہ کو یاد کرنے لگے تو ایک گرہ کھُل جاتی ہے، پھر اگر وضو کرلے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر اگر نماز پڑھے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے۔اس طرح صبح کے وقت آدمی چاق وچوبند اور خوش مزاج رہتا ہے۔ ورنہ بد مزاج اور سست رہتا ہے"۔(بخاری ومسلم) معلوم ہوا کہ نماز چھوڑ کر صبح دیر تک سوتے رہنا بھی سست مزاجی کا ایک سبب ہے۔ رسول پاکؐ نے اپنی دعاؤں میں سستی سے پناہ مانگی ہے، آپؐ کی ایک مسنون دعا کا مفہوم یہ ہے۔اے اللہ میں غم اور حزن سے، بے بسی اور کسل مندی (سستی) سے، بخیلی اور بزدلی سے پناہ مانگتا ہوں۔(مسلم) ہم سب کو چاہیے کہ مذکورہ دعا اور دیگر مسنون دعاؤں کو اپنے معمولات کا حصہ بنائیں؛ اس لیے کہ استعانت واستعاذہ یعنی اللہ سے مدد اور شیطان سے پناہ چاہے بغیر سستی جیسی بیماری سے چھٹکارا ممکن نہیں۔

سستی کے مضرات و نقصانات

کاہلی کے بہت سے مضرات و نقصانات ہیں، اجتماعی بھی اور انفرادی بھی۔یہ حقیقت ہے کہ ایک سست آدمی اپنی کاہلی و بے کاری کے سبب اپنی ذات، اپنے خاندان، اپنے معاشرے اور اپنی قوم سب کو نقصان پہنچاتا ہے۔اس کی کاہلی کا اثر صرف اس کی ذات تک محدود نہیں رہتا؛ بل کہ متعدی ہوتا چلا جاتا ہے۔ کاہلی ہی درحقیقت زوال، نقصان، تباہی اور خسران کا سبب ہے۔تساہل پسند مزاج کا حامل بہت جلد عزت سے ذلت کی طرف، دولت سے غربت کی طرف، بلندی سے پستی کی طرف، مستعدی سے بیکاری کی طرف اور اعلی ترین مناصب و ذمہ داریوں سے معمولی قسم کے کاموں کی طرف نزول کرتا چلا جاتا ہے اور بسا اوقات اسے احساس تک نہیں ہوتا کہ اس طرح کیوں ہورہا ہے؟

کاہلی جیسا کہ عرض کیا گیا قوموں کی پسماندگی کی اصل وجہ ہے، اسی سے غربت اور بے روزگاری عام ہے، چوری، ڈکیتی اور دیگر جرائم کی کثرت ہے، تعلیمی، معاشی اور تجارتی سرگرمیوں کے لیے بھی اگر کوئی چیز سم قاتل ہے تو وہ صرف کاہلی ہے۔ کاہل خود کو فائدہ نہیں پہنچاتا، چہ جائے کہ دوسروں کو فائدہ پہنچائے، وہ نہ دوسروں کا بھلا کرتا ہے، نہ بھلے کاموں میں پیش پیش رہتا ہے، سست مزاج آدمی کم ہمت اور پست حوصلہ ہوتا ہے، وہ محنت، کوشش اور جدوجہد کے بغیر ہی فوائد وغنائم حاصل کرنا چاہتا ہے۔

سستی کا شکار انسان اندر سے مایوس رہتا ہے اور یہی مایوسی وناامیدی کی کیفیت اس میں بے عملی کا رجحان پیدا کرتی ہے۔سستی کے بالمقابل محنت کشی، حوصلہ مندی، مستقل مزاجی، لگن، ولولہ، جوش، ارادے کا پکا ہونا وغیرہ یہ تمام رویے جس شخص میں ہوں گے وہ اپنے انمول خزانے کی قدر کرنے والا ہوگا، اپنے وقت کی قدر کرنے والا ہوگا، وہ ہر روز اپنے مقاصد کی فہرست بنا کر انہیں حاصل کرنے اور کام مکمل کرنے کی لگن میں رہے گا، سوشل میڈیا پر بے مقصد کی سکرولنگ اور تانک جھانک کے دوران اسے احساس ہوگا کہ وہ وقت کا خزانہ غلط جگہ لٹا رہا ہے۔

الغرض: سستی دینی اور دنیاوی ہر طرح کے خیر اور بھلائی سے محرومی کا سبب ہے۔پس جس شخص میں سستی سرایت کرگئی اور وہ اس پر راضی ہوگیا تو یوں سمجھنا چاہیے کہ اس نے اپنے آپ کو خیر کثیر سے محروم کردیا۔

سستی و کسل مندی کا علاج

کامیابی کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ ہم اس مہلک مرض سے نجات حاصل کریں۔اس بری عادت پر قابو پانے کی فکر وکوشش کریں جس کے لیے کچھ اہم امور کی طرف توجہ دیں:

(۱) نظام الاوقات بنائیں اور ہر کام کو مناسب اور قابل عمل حصوں میں تقسیم کرلیں، پھر اسی کے مطابق عمل درآمد کریں۔

(۲) ناخوش گوار اور محنت طلب کام کو پہلے کرلیں تاکہ خوشگوار کاموں کو کرنے میں کوئی مشکل نہ ہو۔

(۳) گزرے ہوئے وقت اور کیے ہوئے کام کا احتساب اور جائزہ لیتے رہیں، اس سے مزید کام کرنے کا حوصلہ ملتا ہے۔

(۴) ان فوائد پر غور کریں جو کام کی تکمیل کے بعد آپ کو حاصل ہوں گے۔

(۵) اگر کام مکمل نہ ہوسکا تو درپیش آنے والے نقصانات پر غور کریں۔

(۶) اپنے قیمتی وقت کو بچانے کے لئے معمولی کاموں کو دوسروں کے سپرد کردیں تاکہ آپ کے پاس اہم کاموں کے لئے وقت دستیاب ہوسکے۔

.7 جب بھی آپ کوئی کام مکمل کرلیں تو اس پر خود کو انعام بھی دیں۔□□

ایک سست آدمی اپنی کاہلی و بے کاری کے سبب اپنی ذات، اپنے خاندان، اپنے معاشرے اور اپنی قوم سب کو نقصان پہنچاتا ہے۔اس کی کاہلی کا اثر صرف اس کی ذات تک محدود نہیں رہتا؛ بلکہ متعدی ہوتا چلا جاتا ہے۔ کاہلی ہی درحقیقت زوال، نقصان، تباہی اور خسران کا سبب ہے۔ تساہل پسند مزاج کا حامل بہت جلد عزت سے ذلت کی طرف، دولت سے غربت کی طرف، بلندی سے پستی کی طرف، مستعدی سے بیکاری کی طرف اور اعلی ترین مناصب و ذمہ داریوں سے معمولی قسم کے کاموں کی طرف نزول کرتا چلا جاتا ہے۔

عالمی خبریں

امریکہ کو ملک میں اقلیتوں کے تحفظ کیلئے مزید کام کرنا چاہیے: اقوامِ متحدہ

اقوام متحدہ کے خصوصی ایلچی نے کہا ہے کہ اقلیتوں کے حقوق کو یقینی بنانے کے لیے امریکہ کو اپنے قوانین کا جائزہ لے کر ترامیم کرنا ہوں گی۔ خبر رساں ادارے اے ایف پی کے مطابق اقوام متحدہ کے خصوصی ایلچی برائے اقلیتی امور فرنانڈ ورینس نے کہا کہ امریکہ کی چند ریاستوں کی جانب سے لیے گئے اقدامات جمہوریت کو کمزور کر سکتے ہیں۔ان کا کہنا تھا کہ امریکہ ان جمہوری ممالک میں سب سے آگے ہے جہاں اقلیتوں کے حقوق کو تسلیم کرنے اور ان کے تحفظ کے لیے نامکمل قانون سازی کی گئی ہے۔خصوصی ایلچی نے کہا کہ امریکہ کے ساٹھ سال پہلے بنائے گئے قوانین غیر متوازی ہیں جن کے باعث بالخصوص اقلیتوں کو بڑھتے ہوئے عدم مساوات، امتیازی سلوک، نفرت انگیز بیانات اور جرائم کا سامنا ہے، یہاں تک کہ انہیں بے دخل کیا جارہا ہے۔فرنانڈ ورینس نے ایشیائی امریکیوں کے خلاف نفرت انگیز بیانات سے نمٹنے کے لیے امریکی حکومت کی کوششوں کو سراہتے ہوئے کہا کہ افریقی نژاد امریکی کمیونٹی کو سب سے زیادہ نظر انداز کیا جاتا ہے۔

چین چھوٹے پڑوسی ممالک کو ہراساں کرکے تسلط قائم نہیں کریگا

چین کے صدر شی جن پنگ نے جنوب مشرقی ایشیائی ممالک کی تنظیم آسیان کے سربراہی اجلاس سے خطاب میں کہا ہے کہ چین چھوٹے ہمسایہ ممالک کے ساتھ زور زبردستی نہیں کرے گا۔خبر رساں ادارے روئٹرز کے مطابق پیر کو چین اور آسیان ممالک کے درمیان منعقد ہونے والے سربراہی اجلاس سے خطاب میں صدر شی جن پنگ نے کہا کہ چین علاقائی امن، استحکام اور ترقی کو فروغ دے گا دس جنوب مشرقی ایشیائی ممالک کی تنظیم آسیان کے ورچوئل اجلاس کا آغاز پیر کو ہوا ہے جس سے چین سمیت رکن ممالک کے سربراہان نے ویڈیو لنک کے ذریعے خطاب کیا۔ اجلاس سے خطاب میں صدر شی جن پنگ نے مزید کہا کہ چین کبھی بھی تسلط قائم کرنے کی کوشش نہیں کرے گا اور نہ ہی اپنے سائز کا فائدہ اٹھاتے ہوئے چھوٹے ممالک کو ہراساں کرے گا۔انہوں نے کہا کہ آسیان ممالک کے ساتھ مل کر کام کریں گے تاکہ مداخلت کو ختم کیا جاسکے۔ خیال رہے کہ بیجنگ نے بحیرہ جنوبی چین پر دعوے نے متعدد علاقائی ممالک سمیت جاپان سے لیکر امریکہ تک خطرے کی گھنٹی بجادی ہے۔صدر شی جن پنگ نے چین سے متعلق خدشات کو دور کرتے ہوئے کہا کہ چین آسیان ممالک کا اچھا ہمسایہ تھا اور ہے، اچھا دوست اور شراکت دار رہے گا۔

یورپ میں کورونا کی نئی پابندیاں متعدد شہروں میں مظاہرے

کورونا وائرس کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے ایک بار پھر لگائی جانے والی پابندیوں کے خلاف یورپ کے بعض شہروں اور فرانس کے زیر انتظام علاقوں میں مظاہروں کی نئی لہر پھوٹ پڑی ہے۔خبر رساں ادارے اے ایف پی کے مطابق بلجیم کے دارالحکومت برسلز، نیدرلینڈز کے بعض شہروں اور فرانسیسی کریبین علاقے گواڈالوپ میں پولیس اور مظاہرین کے درمیان جھڑپیں ہوئیں۔آسٹریا میں مظاہروں کی نئی لہر دیکھنے میں آئی، جہاں حکومت نیا لاک ڈاؤن نافذ کر رہی ہے اور کورونا وائرس کی ویکسین لازمی قرار دی جا رہی ہے۔ برسلز میں کورونا وائرس کو روکنے کے اقدامات کے خلاف ہونے والے ایک مظاہرے کے دوران کشیدگی دیکھنے میں آئی۔

اسلام میں ہمسایوں اور پڑوسیوں کے حقوق

تحریر: محمد اشفاق عالم نوری فیضی

پڑوسی اور ہمسایہ ایسے دو لوگوں کو کہا جاتا ہے جو ایک دوسرے کے قریب رہ کر زندگی گزارتے ہیں، انسان ایک سماجی مخلوق ہے، اس کے لیے تن تنہا زندگی گزارنا ممکن نہیں ہے۔ ایک دوسرے کے تعاون اور اشتراک عمل سے ہی وہ زندہ رہ سکتا ہے، اس دنیا میں ہر شخص ایک دوسرے کا محتاج ہے۔ اگر ایک مرض میں مبتلا ہوجائے تو دوسرا اس کی عیادت کرے۔ اگر ایک پر کوئی مصیبت آئے تو دوسرا اس کا شریک غم ہو اور اس طرح اخلاق ومحبت کی ان ذمہ داریوں میں بندھ کر ایک ہوجائے اس سے باہمی تعلقات خوشگوار ہوں گے اور دین اسلام نے ہمیشہ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے پر ابھارا ہے۔ اللہ رب العزت قرآن مقدس میں ارشاد فرماتا ہے: اور اللہ کی بندگی کرو اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنی باندی سے بے شک اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی اترانے والا۔ (سورہ نساء: ۳۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں دو طرح کے پڑوسیوں کا ذکر ہے ایک ایسا پڑوسی جو رشتہ دار بھی ہو اور ایک ایسا پڑوسی جو پہلو میں رہتا ہو مگر اس کے ساتھ کوئی رشتہ نہ ہو۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ پڑوسی کون ہے تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: تمھارے گھر کے آگے پیچھے، دائیں بائیں کے چالیس چالیس گھر یہ سب تمہارے پڑوسی ہیں۔ پڑوسی چاہے جس مذہب سے تعلق رکھتا ہوں ایک اچھے پڑوسی کا حق ہے کہ وہ اپنے پڑوسی کا خیال رکھے، اور اس کے دکھ درد میں شریک ہو اس کو کسی طرح تکلیف نہ پہنچائے اس کی دکھ درد میں شریک ہو، اس کو کسی طرح تکلیف نہ پہنچائے اس کی عزت وآبرو کا ہمیشہ خیال رکھے اس لیے کہ پڑوسی کا خیال رکھنا حقوق العباد میں سے ہے۔ حقوق اللہ میں سے نہیں ہے۔ حقوق اللہ عزوجل کا تعلق رب کائنات سے ہے کہ اگر وہ چاہے تو محض اپنے فضل وکرم سے معاف فرمادے، حقوق العباد کا تعلق بندہ سے ہے کہ جب تک بندہ معاف نہیں کرتا اللہ رب العزت بھی اسے معاف نہیں کرتا، لہٰذا بندہ کو ہر وقت ایسا کام کرنا چاہیے جو اس کے رب کو ناراض نہ کرے اور حقوق اللہ عزوجل اور حقوق العباد کی ادائیگی میں کسی طرح کوتاہی نہ کرے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمائی ہے۔ ایک موقع پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا: خدا کی قسم وہ شخص مومن نہیں ہوسکتا جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہو۔ (بخاری شریف) ایک دوسرے مقام پر حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا جو خدا اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے (بخاری) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی ہمیشہ یوں تاکید کرتے رہے کہ گمان ہوتا تھا وہ پڑوسی کو وارث بنادیں گے۔ (بخاری)

پڑوسیوں کو ایذا رسانی والا جہنمی ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا، یارسول اللہ! فلاں عورت اپنی نماز، روزہ اور خیرات کی کثرت کے باعث مشہور ہے، مگر وہ اپنے پڑوسی کو اپنی زبان سے تکلیف پہنچاتی ہے۔ رحمت عالمؐ نے ارشاد فرمایا، وہ جہنم ہے۔ اسی شخص نے پھر عرض کیا یارسول اللہ! فلاں عورت کے متعلق کہتے ہیں کہ روزیکم رکھتی ہے، صدقات خیرات میں بھی کمی کرتی ہے اور نماز بھی کم پڑھتی ہے، مگر اپنے پڑوسیوں کو دکھ نہیں پہنچاتی۔ آقا نے ارشاد فرمایا: وہ جنت میں ہے۔

پڑوسیوں میں محبت اور تعلقات کا بہترین ذریعہ ہدیوں اور تحفوں کا لین دین ہے۔ حضور اکرمؐ خود اپنی زوجہ محترمہ کو اس کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ اسی بنیاد پر ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا، یارسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں، اگر مجھے کوئی ہدیہ تحفہ بھیجنا ہو تو میں ان میں سے کس کے پاس بھیجوں، حضورؐ نے ارشاد فرمایا جس کے گھر کا دروازے تمہارے گھر سے زیادہ قریب ہو۔ (بخاری شریف) ایک موقع پر حضور اکرمؐ نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نصیحت فرمائی کہ اے ابوذر! جب شوربہ پکاؤ تو اس میں پانی بڑھادو اور اس سے اپنے پڑوسی کی خبر گیری کرتے رہو۔ (مسلم شریف) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میں نے حضور اکرمؐ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ وہ شخص مومن نہیں ہوسکتا جو خود پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی اسکے پہلو میں بھوکا ہو۔ (مشکوٰۃ شریف)

ایک پڑوسی کا حق یہ ہے کہ جب اس کا پڑوسی بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے، اگر وہ مرجائے تو اسکے نماز جنازے میں شریک ہو اور اگر وہ قرض مانگے تو اسے قرض دے اگر اسے کسی برائی میں دیکھے تو اس کو برائی سے روکے، اگر اس کو کوئی خوشی لاحق ہو تو اسے مبارکباد پیش کرے، اگر وہ کسی مصیبت میں ہو تو اس کی خیریت معلوم کرے، اور حتی المقدور مدد کرے اور اس کے مکان سے اونچا اپنا مکان نہ تعمیر کرے کہ ہوا رک جائے اور ایسا کھانا نہ پکائے جس کی خوشبو سے اس کی اشتہا کو ہوا ملے جب کہ وہ خود اسکی حیثیت نہ رکھتا ہو۔ الا یہ چیز کہ اسے وہ چیز ہدیہ میں دے۔

پڑوسیوں میں محبتؐ اور تعلقات کا بہترین ذریعہ ہدیوں اور تحفوں کا لین دین ہے۔ حضور اکرمؐ خود اپنی زوجہ محترمہ کو اس کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ اسی بنیاد پر ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا، یا رسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں، اگر مجھے کوئیؐ ہدیہ تحفہ بھیجنا ہو تو میں ان میں سے کس کے پاس بھیجوں، حضورؐ نے ارشاد فرمایا جس کے گھر کادروازہ تمہارے گھر سے زیادہ قریب ہو۔

شوربا زیادہ بناؤ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا: اے ابوذر! جب تم شوربا پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ ڈالا کرو اور اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھا کرو۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے تین باتوں کی وصیت فرمائی: (۱) امیر کی اطاعت کرو اگرچہ کوئی نکٹا غلام امیر بنادیا جائے۔ 2 (۲) جب کبھی شوربا بناؤ تو پانی خوب ڈال لیا کرو۔ پھر اپنے آس پاس کے حاجتمند ہمسایوں کو پہنچاؤ۔ (۳) نماز اس کے مستحب وقت میں پڑھا کرو۔ (تنبیہ الغافلین) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریمؐ سے عرض کی یارسول اللہ؟! میرے دو پڑوسی ہیں میں ان میں سے کس کو ہدیہ بھیجا کروں؟ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: جس کا دروازہ تمہارے دروازے سے نزدیک ہے۔

محبت بڑھانے کا طریقہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! پڑوسی کا بچہ آجائے تو اس کے ہاتھ میں کچھ نہ کچھ دو کہ اس سے محبت بڑھے گی۔ حضرت نافع بن عبدالحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا: مرد مسلمان کے لئے دنیا میں یہ بات سعادت میں سے ہے کہ اس کا پڑوسی صالح ہو ارمکان کشادہ ہو اور سواری اچھی ہو۔ اللہ ربّ العزت کی بارگاہ میں دعاء ہے کہ ہم جملہ مسلمانوں کو ہمسایوں اور پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق بخشے۔ آمین یارب العالمین ❑❑

ان معاشرتی خرابیون پر بھی توجہ دیں

عارف عزیز، بھوپال

اسلام ایک فطری دین ہے دینی، دنیاوی اور معاشی ہر قسم کی ہدایات اس میں موجود ہیں اس کے اصول وضوابط حکمت ومصلحت سے پر ہیں پھر بھی اسلام کا ماننے والا کلمہ توحید کا اقرار کرنے والا اور خدا ورسول کی محبت کا دم بھرنے والا زندگی کے ہر موڑ پر طرح طرح کی معاشرتی واقتصادی مسائل کا اس لئے آج شکار ہے کہ اس نے اسلام کی تعلیمات کو اپنی مرضی وخواہش اور غلط رسم ورواج کے سانچے میں ڈھال لیا ہے جو اس کو اندر ہی اندر کھوکھلا بنا رہی ہے اور مسلمانوں کے وسائل کو برباد کرکے انہیں زندگی کے سکون، صبر وقناعت جیسی نعمتوں سے محروم کررہی ہیں۔

آج عام مسلمانوں میں معاملات کی خرابی، فضول خرچی، غلط طریقہ سے دولت کمانے کی جو حرص وہوس بڑھتی جارہی ہے اس میں اصلاح کی شدید ضرورت ہے جو افراد یا جماعتیں اس کی اصلاح کے لئے کوشاں ہیں۔ وہ وقت کی ایک اہم ضرورت کو انجام دے رہی ہیں، بالخصوص جمعیۃ العلماء ہند اور ملی کونسل نے اصلاح معاشرہ کے لئے رہنمائی کی جو سمت مسلمانوں کو دکھائی ہے اس پر چلنے اور دوسرے مسلمانوں کو اس مشن پر آگے بڑھانے کی ترغیب دینا، آج ضروری ہوگیا ہے۔

اس سلسلہ کی ایک اہم برائی شادی بیاہ کی تقریبات میں رقم کا بے جا اصراف، ناچنے گانے کا اہتمام، آتش بازی کا مظاہرہ اور آرائش وزیبائش کے نام پر آنکھیں بند کرکے خرچ کردینا ایسی برائیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے غیض وغضب کو دعوت دیتی ہیں اور اسی طرح مسلمانوں نے نکاح جیسی پاک عبادت کو پورے معاشرہ کے لئے ایک سنگین مسئلہ بنادیا ہے اس کی ایک کڑی جہیز بھی جو مسلمانوں نے برادرانِ وطن سے اختیار کی ہے اور اس لعنت نے غریبوں کی تو کمر توڑ کر رکھ دی ہے اور اس کا سب سے زیادہ ناخوشگوار اثر لڑکیوں کی شادی پر مرتب ہورہا ہے اس بارے میں ایک سوال یہ بھی کیا جاتا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے اس برائی کو آخر اپنے گلے کیوں لگا لیا ہے، ہمارے خیال میں مسلمان بالکل غیر محسوس اور غیر شعوری طور پر اس لعنت میں گرفتار ہوئے۔ سب سے پہلے ان کے خوشحال طبقہ نے اس کو اپنایا اس کے بعد ان کی نقل اور جھوٹی نمائش میں متوس اور دوسرے غریب طبقوں کے مسلمانوں نے اس کو اعتبار کرلیا اور آج یہ صورت حال ہے کہ خواہ وہ خوشحال مسلمان ہوں یا بدحال سب ہی اس تکلیف دہ رسم کی شدت اور چبھن کو محسوس کرنے لگے ہیں لہذا ایسی مسلم لڑکیوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے جو سنِ بلوغیت کو پہنچنے کے بعد بھی کنواری بیٹھی ہیں اس لئے کہ ان کے والدین اتنی مالی استطاعت نہیں رکھتے کہ جہیز کے لئے بڑی رقم کا انتظام کرسکیں، حیدرآباد وغیرہ شہروں میں تو اور بھی بُرا حال ہے جہاں اس کے نتیجہ میں دوسری معاشرتی خرابیاں بڑھ رہی ہیں۔ اس کا ایک ہی علاج ہے کہ اسلام نے ہمیں جس اچھے معاشرہ کا تصور دیا ہے اس پر روایات وراجوں کا جو پردہ پڑگیا ہے اس کو ہم ہٹائیں اور صحیح اسلامی تعلیمات کی پیروی کریں جو انسانی فطرت ومزاج کے عین مطابق ہیں۔ اگر یہ نہیں کیا گیا تو مسلمان ایک طرف خدا کے غضب کا شکار ہوتے رہیں گے دوسری طرف طرح طرح کے دنیاوی مسائل ومشکلات بھی ان کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے خدا کرے کہ یہ بات عام مسلمانوں کے سمجھ میں آجائے اور اس پر وہ کاربند ہوجائیں۔ ❑❑

بچّوں کا گوشہ
بچوں میں احساسِ ذمہ داری پیدا کریں (۲)

وہ حکمت عملیاں جو آپ کے بچے میں احساسِ ذمہ داری اور مستقل مزاجی پیدا کرنے میں ممد ومعاون ہوسکتی ہیں:

(۱) سب سے پہلے اپنے بچے کو ذمہ داری اور مستقل مزاجی کا مفہوم بتائیں، اس پر اس کے ساتھ گفتگو کریں اور اس کی عمر کے معیار کے مطابق سہل اور آسان سوالات کے ذریعہ اس بات کو یقینی بنائیں کہ وہ ان کا معنی ومطلب سمجھ چکا ہے۔ بچہ کو یہ بات بھی جاننی ضروری ہے کہ مستقل مزاجی ایک طرف فائدے کا سودا ہے تو دوسری طرف گھاٹے کا بھی ہے کیونکہ محاسبہ کا مرحلہ یقینی طور پر درپیش ہوگا۔

(۲) اپنے بچے کو ضرور مہارتوں کی ٹریننگ بھی دیں تاکہ ان کے اندر مستقل مزاجی اور احساسِ ذمہ داری کی طاقت وقدرت پیدا ہوجائے۔ مثلاً فیصلہ لینے کی مہارت اور مستقبل کے اثرات کا اندازہ کرنے کی صلاحیت نیز حالات کا تجزیہ اور ان کا موازنہ۔

(۳) اپنے بچے کے ان فیصلوں کو بھی قبول کریں جو آپ کی رائے میں غلط ہیں تاکہ اس کے اندر فیصلہ لینے کی قدرت حاصل ہوجائے اور اس سے بحث ومباحثہ بھی کریں۔

(۴) اپنے چھوٹے بچے کو وقتاً فوقتاً مامون ماحول اور معمولی کھیل کے وقت اکیلا چھوڑ دیں کیونکہ اس سے اسے مستقل مزاج بننے میں مدد ملے گی اور اس سے اسے اپنے اوپر بھروسہ پیدا ہوگا۔ بچوں کی نشوونما کی ماہر ’کلیر لیرنیر‘ کا کہنا ہے کہ بچے کو ایک خاص وقت دینا بہت ہی مفید چیز ہے کیونکہ اس کے بعد والے مرحلے میں اسے ایسے لوگ نہیں ملیں گے جو اس کے ساتھ کھیل کود سکیں یا جن سے اس کی تسلی وتشفی ہوجائے نیز جب بچہ اپنے تسلی کے لیے خود ذرائع پیدا کرنے کی عادت ڈال لیتا ہے تو اس کے بعد اسے اکیلے رہنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی۔

گوشۂ خواتین
مائیوں بیٹھی ہیں (۲)

کوئی جاہل اور ناواقف ہو تو اسے صبر بھی کیا جائے کیونکہ وہ ضدی بھی ہوتا ہے اور رسموں کی پابندی کے بغیر اُسے چین بھی نہیں آتا، مگر تم سے یہ امید نہ تھی۔ یہ کہہ کر خالہ ہاجرہ نے پردہ کھینچ کر پھینک دیا اور بلقیس کو باہر لے آئیں۔ غریب بلقیس پسینہ میں شرابور ہورہی تھی، خالہ نے دیر تک پنکھا جھلا تو حواس ٹھیک ہوئے۔

صادقہ نادم ہورہی تھی، بہن بولی: آپا میں تو مائیوں کے خلاف تھی، پڑوسن بی بی نے کہا یہ تو پرانا دستور ہے، کیا تم وہابی ہو جو مائیوں نہیں بٹھاتیں۔ اس سے تو چہرہ پر شیری اور نور آجاتا ہے۔

ہاجرہ نے قہقہہ لگا کر کہا: بھئی نور اور شیری کی بھی خوب کہیں، جب سات دن یا گیارہ دن بند کمرے میں بٹھایا جائے گا، ہوا لگے گی نہیں، چلنا پھرنا ہوگا نہیں، ظاہر ہے چہرہ پیلا ہوجائے گا۔ بے وقوف اور جاہل عورتوں نے اس کا نام شیری اور نور رکھ دیا ہے، تم گیارہ دن بیٹھ جاؤ، تمہارے چہرے پر بھی شیری اور نور آجائے گا۔ خبردار! مائیاں بٹھانا شریعت میں کہیں نہیں ہے اور مسلمان کو شریعت کے خلاف کچھ نہ کرنا چاہیے اور یہ تو ایسی رسم ہے جس میں فائدہ کوئی نہیں اور نقصان کا سخت خطرہ ہے۔

صفحہ تحفظ ختم نبوت

مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح ومہدی ماننا کفر ہے

حامداً ومصلیاً ومسلماً. امّا بعد.

ہمارے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت محمدیہ کے اخیرزمانہ قرب قیامت میں حضرت محمد بن عبداللہ المہدی کے ظاہر ہونے او رحضرت عیسیٰ بن مریم المسیح کے آسمان سے نازل ہونے کی خبر دی ہے جواحادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ان میں سے پہلی شخصیت کومہدی اوردوسری شخصیت کومسیح کے لقب سے جانا جاتا ہے۔انہی دونوں شخصیتوں کی اطاعت وفرمانبرداری اور بیعت کرنے کی باربارہمارے نبیؐ نے تاکیدفرمائی ہے اوران کی تکذیب کوکفر بتلایا ہے۔

احادیث میں حضرت مہدی کے ظہورو حالات کا تذکرہ

(۱)عن أبی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ یخرُج رَجُلٌ من أھلِ بیتی، یَعمَلُ بِسُنتی، ویَنزِلُ اللّٰہ لَہُ البرکۃَ

پنجاب کے جھوٹے مدعی مہدویت مرزا قادیانی کاحال یہ ہے کہ آسمان سے برکت نازل ہونے کی بات تو دورکی، اس کے خاندان کی جو جاگیرتھی اس کے زمانہ میں وہ بھی ختم ہوگئی جس کے حصول کیلئے مرزاقادیانی اپنا سارا وقت مقدمہ بازی میں ضائع کرتا رہا۔

مِنَ السّماءِ وتُخرِجُ لہُ الأرضُ برکتَھَا ویَملأُ الأرضَ عَدلاً کما مُلِئَتْ ظُلماً. (عرف الوردی ۱۸۰)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میرے اہل بیت سے ایک شخص پیدا ہوگا وہ میری سنت کے مطابق عمل کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے لئے آسمان سے برکت نازل فرمائے گا اورزمین اپنی برکت (پیداوار) اس کیلئے اُگادے گی (بڑھادے گی) اوروہ عدل وانصاف سے زمین کو بھر دے گا، جیسا کہ وہ (پہلے) جوروظلم سے بھرگئی ہوگی۔

(۲)عن اُمّ سَلمۃؓ قالتْ سَمِعتُ یقولُ رسولُ اللّٰہ ﷺ الْمَھْدِی مِنْ عِتْرَتِی مِنْ وُلْدِ فَاطِمَۃَؓ. (ابوداؤدج:۲ص:۵۸۸)

حضرت امّ سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کوفرماتے ہوئے سنا کہ مہدیؑ میری نسل یعنی حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے ہوں گے۔

(۳)عنْ عبدِ اللّٰہ بن مَسعُودؓ عنِ النبی ﷺ انہُ قال: یُوَاطِی اسْمُہُ اِسْمِی وَ اسْمُ اَبیْہِ اِسْمَ اَبِیْ. (ابوداؤدج۲ص۵۸۸)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی کا نام میرے نام کےاوران کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے موافق ہوگا۔یعنی محمدؐ بن عبداللہ ہوگا۔

مرزا قادیانی میں مہدی کی علامات نہیں پائی جاتیں

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ میں جوجوصفات وعلامات ظاہرہونے والےمہدی کیلئے بیان کی گئی ہیں وہ علامات وصفات ہرگز ہرگز مرزا قادیانی کے اندرنہیں پائی جاتی ہیں اس لئے یہ شخص مہدی نہیں ہوسکتا چنانچہ پہلی حدیث میں ہے کہ ظاہر ہونے والامہدی نبی کریمؐ کے اہل بیت سے ہوگا جبکہ مرزا قادیانی کا خاندان مغل برلاس ہے۔اس کے والد کا نام غلام مرتضیٰ اورخوداس کا نام غلام احمد عرف سندھی تھا جبکہ مہدی کا نام محمد والد کا نام عبداللہ ہوگا۔مہدیؑ نبی کریمؐ کی سنت کے مطابق عمل کریں گےاورلوگوں کوبھی نبی کریمؐ کی سنت کے مطابق ہی زندگی گذارنے کی دعوت دیں گے۔ جبکہ مرزا قادیانی نبی کریمؐ کی سنت کوچھوڑکراپنے من گھڑت الہامات واوہام کے مطابق لوگوں کوزندگی گذارنے کیلئے کہتا ہے اوراسی کے مطابق خودبھی زندگی گذارتا رہا۔ظاہرہونے والےمہدی کیلئے آسمان سے برکتیں نازل ہوں گی او رزمین اپنی تمام تر پیداوار بڑھادے گی پنجاب کے جھوٹے مدعی مہدویت مرزا قادیانی کاحال یہ ہے کہ آسمان سے برکت نازل ہونے کی بات تودورکی،اس کے خاندان کی جوجاگیرتھی اس کے زمانہ میں وہ بھی ختم ہوگئی جس کے حصول کیلئے مرزاقادیانی اپنا سارا وقت مقدمہ بازی میں ضائع کرتا رہا۔اسکے زمانہ میں لوگوں کوکھانے کے بھی لالے پڑے ہوئے تھے اورمرزابھی اسی مصیبت میں گرفتارتھا،اس کو ہمہ وقت روٹی کی فکر دامن گیررہتی تھی۔ وہ زمین کو عدل وانصاف سے کیا بھرتا خودہی ظلم وناانصافی کا مرتکب رہا۔وہ ظالم عیسائیوں (انگریزوں) کے خلاف کیا آواز اٹھاتا خودہی ظالم انگریزوں کی حمایت مرتے وقت تک کرتارہا۔

لہٰذا مرزا قادیانی مہدی تو کسی بھی صورت میں نہیں ہوسکتا البتہ جھوٹا دعویٰ کرنے کی وجہ سے کافر دائرہ اسلام سے ضرور خارج ہوگا اور یہی

تحریر:مولانا اشتیاق احمد مہراج گنجی

حال اس کے ماننے والے مرزائیوں کا بھی ہے کہ سچے مہدی محمد بن عبداللہ کے جھٹلانے اورفرمان نبویؐ کے نہ ماننے کی وجہ سے کافرتو وہ ہوسکتے ہیں لیکن مسلمان نہیں ہوسکتے۔

مرزائی پمفلٹ ’’مسیح موعود ومہدی کو ماننا ضروری ہے‘‘ میں نبی کریمؐ کے فرمان اورصاحب بحارالانوار علامہ باقرمجلسی، صاحب کتاب حجج الکرامہ نواب صدیق حسن صاحبؒ ، صاحب لوائح الانوار البہیہ علامہ سفارینیؒ ، صاحب اقتراب الساعہ مولانا نورالحسن خانصاحبؒ نیز حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اورمجدد دوراں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، کے اقوال نقل کرکے جو یہ تأثر دیا گیا ہے کہ مہدی ومسیح کی اطاعت وفرمانبرداری وبیعت اورانکےاوپرایمان لاناواجب ہےاورانکی تکذیب کفرہےتویہ سب کچھ سچے مہدی محمد بن عبداللہ اور سچے مسیح بن مریم کے بارے میں کہا گیا ہےاوریہ دونوں دوالگ الگ ہستیاں ہیں جن میں سے اول الذکر کا ظہوراور دوسرے کا نزول قیامت کے قریب ہوگا ان کتابوں میں کہیں بھی مرزا قادیانی کومہدی ومسیح کا مصداق نہیں بتایا گیا ہے جیسا کہ مرزائیوں کا پروپیگنڈہ ہے۔

قرآن وحدیث سے عیسیٰ بن مریم کے نزول کی بشارت

مرزائی پمفلٹ میں قرآن کریم اور آنحضرتؐ کے فرمودات کے حوالے سے مرزائیوں کایہ کہنا کہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات ہوچکی ہےاوران کی جگہ ان کے مثیل کاظہورہوگا،سراسر دجل وتلبیس ہے؛ کیونکہ سات آیات کریمہ نیز احادیث متواترہ سے حضرت عیسیٰؑ کی حیات ونزول ثابت ہے۔بطور مشتے نمونہ ازخروارے ایک آیت اوردواحادیث نقل کی جاتی ہیں۔

آیت:وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا بَلْ رَفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ (نساء ۱۵۸،۱۵۷)

ترجمہ:یہود بے بہبود نے حضرت عیسیٰؑ کوقتل نہیں کیا بلکہ خداتعالیٰ نے ان کواپنی طرف اٹھالیا۔

مرزائیوں کے بڑے پنڈت حکیم نورالدین نے بھی آیت کا یہی ترجمہ کیا ہے۔ دیکھئے فصل الخطاب ۳۳۴ برحاشیہ۔

حدیث(۱) قال رسولُ اللّٰہ ﷺ لِلْیَھُوْدِ اِنَّ عِیْسیٰ لَمْ یَمُتْ وَ اِنَّہٗ رَاجِعٌ اِلَیْکُمْ قَبْلَ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ (ابن جریر،۲۳۸ج۳)

ترجمہ: آنحضرتؐ نے فرمایا کہ عیسیٰ کوموت نہیں آئی ہے اور وہ قیامت سے پہلے تمھاری جانب لوٹیں گے۔

حدیث(۲)عن انسؓ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ .مَنْ اَدْرَکَ منکم عیسیٰ ابن مریم فلْیُقرأہ مِنّی السّلام. (حاکم ج:۴ص:۵۴۵)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تم میں سے جوعیسیٰ ابن مریم کو پائے تو ان کومیرا سلام پہنچائے۔

پہلی حدیث میں لفظ ’لم یمت‘ سے واضح ہوگیا کہ وہ اب تک مرے نہیں اور دوسری حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کوسلام پہونچانے کی وصیت آپؐ نے فرمائی ہے جس سے پتہ چلاکہ عیسیٰ ابن مریم کاہی دوبارہ نزول ہوگا نہ کہ کسی ڈھونگی مثیل کا جیسا کہ قادیانیوں نے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے کہ عیسیٰ بن مریم وفات پاچکے ہیں انکی جگہ مثیل کا نزول ہوگا جومرزا قادیانی ہے۔مرزائیوں کا یہ خیال قرآنی آیت اوراحادیث نبویہؐ کے سراسرخلاف ہے۔یہی وجہ ہے کہ ایک زمانہ تک مرزا قادیانی بھی حضرت مسیح بن مریم کے نزول کا قائل رہا ہے۔

مرزائی پمفلٹ ’’مسیح ومہدی کو ماننا ضروری ہے‘‘ میں حضرت مسیحؑ کے ساتھ خصوصاً مہدی کوبھی سلام پہنچانے کی بات لکھی ہوئی ہے جواحادیث میں نہیں ملتی ہے صرف عیسیٰ بن مریم کو سلام پہونچانے کا حکم فرمایا گیا ہے یہ بھی مرزائیوں کی بہت بڑی تلبیس ہے جواحادیث سے نابلدہونے کا پکا ثبوت ہے۔

رفع ونزول کا ثبوت باقرارمرزا قادیانی

مرزا کی پہلی عبارت :مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کے دوبارہ دنیا میں نازل ہونے کے بارے میں لکھتا ہے۔

’’ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بالْھُدیٰ وَدِیْنِ الْحَقّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ. یہ آیت جسمانی اورسیاست ملکی کے طور پرحضرت مسیحؑ کے حق میں پیشین گوئی ہےاورجس غلبۂ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اورجب حضرت مسیح دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیںگے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اوراقطار میں پھیل جائے گا۔‘‘

(براہین احمدیہ،خزائن ص۵۹۳ج۲)

قادیانیوں سے ہمارا سوال ہے کہ اب وہ کس منھ سے حضرت عیسیٰ کی وفات ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں جبکہ خود ہی ان کا گرو مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ ابن مریم کے دنیا میں دوبارہ نزول اورحیات کے بارے میں اقراری ہےاور نزول اس وقت ہوتا ہے جبکہ پہلے سے رفع ثابت اور واقع ہوچکا ہو۔ یہ حقیقت ہے کہ دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں قرب قیامت میں حضرت عیسی بن مریم کے نزول کے بعد ہی پھیلے گا کیونکہ مرزا کے زمانہ میں جمیع آفاق واقطار میں اسلام کیا پھیلتا خود ہی اس کی پہلی بیوی پھجے دی ماں اوراس کے دولڑکے، سلطان احمد اورفضل احمد مرزا کےاوپر ایمان ہی نہیں لائے۔لہٰذا ثابت ہوگیا کہ مرزا قادیانی مسیح بھی نہیں ہوسکتا۔

مرزا کی دوسری عبارت: ’’ اَلَا یعلمون

قادیانیوں سے ہماراسوال ہے کہ اب وہ کس منھ سے حضرت عیسیٰ کی وفات ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں جبکہ خود ہی ان کا گرومرزا قادیانی حضرت عیسیٰ ابن مریم کے دنیا میں دوبارہ نزول اور حیات کے بارے میں اقراری ہےاور نزول اس وقت ہوتا ہے جبکہ پہلے سے رفع ثابت اورواقع ہوچکا ہو۔

اَن المسیح ینزل من السماء بجمیع علومہ‘‘. (آئینہ کمالات،خزائن ص۴۰۹ج۵)

ترجمہ: کیالوگ نہیں جانتے کہ مسیح آسمان سے تمام علوم کے ساتھ اتریں گے۔

مرزا کی تیسری عبارت: ’’صحیح مسلم کی حدیث میں جو یہ لفظ موجود ہے کہ حضرت مسیحؑ جب آسمان سے اُترینگے تو ان کا لباس زرد رنگ کا ہوگا‘‘ (ازالہ اوہام خزائن ص۱۴۲ج۳)

پتہ چلا کہ حضرت عیسیٰ ہی آسمان پر اُٹھائے گئے ہیں جب ہی تو وہ آسمان سے نازل ہوں گے۔یعنی ابھی حضرت عیسیٰؑ کی وفات نہیں ہوئی ہے اور وہی نازل ہوں گے نہ کہ ان کا مثیل۔

مرزا کی چوتھی عبارت: ’’یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مسیح ابن مریم کے آنے کی پیشگوئی ایک اوّل درجہ کی پیشگوئی ہے۔ جس کو سب نے بالاتفاق قبول کرلیا ہےاور جس قدر صحاح

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

جمعیۃ علماء ہند کے نائب صدر حضرت الاستاذ مولانا ریاست علی ظفر بجنوریؒ کی حیات وخدمات پر مشتمل

ہفت روزہ الجمعیۃ دہلی کی خصوصی اشاعت

مولانا ریاست علی ظفر بجنوریؒ نمبر

اپنی تمام تر خوبیوں، بہترین مضامین، شاندار طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ منظر عام پر آچکا ہے۔

صفحات ۱۹۶ | سائز: ۲۳×۳۶/۸ | قیمت 150/-

رابطہ ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمنٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489

ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی کی

خصوصی پیشکش

تحفظ ختم نبوت نمبر

انشاءاللہ العزیز انتہائی آب وتاب کے ساتھ بہت جلد منظر عام پر آرہا ہے

مکمل تفصیلات آئندہ ملاحظہ فرمائیں

رابطہ ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمنٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489 —— ای میل: aljamiatweekly@gmail.com

زرعی قوانین کی واپسی سے بدلے گی یوپی اور پنجاب کی سیاست؟

اتر پردیش، پنجاب، اتراکھنڈ، منی پور اور گوا میں ۲۰۲۲ء میں ہونے والے اسمبلی انتخابات سے قبل جس طرح سے زرعی قوانین کو واپس لینے کا اعلان کیا گیا اس سے یہ سوال پیدا ہوگیا ہے کہ کیا پی ایم مودی نے سیاسی چال چلی ہے؟ کیا ان کا یہ ماسٹر اسٹروک ہے؟ کیا مودی حکومت کے اس فیصلے سے اسمبلی انتخابات میں بی جے پی کو فائدہ ہوگا؟ دراصل یہ سوال اس لیے بھی اُٹھ رہے ہیں کہ پی ایم مودی نے سکھوں کے پرکاش پرو پر قوم سے خطاب کرتے ہوئے اعلان کیا اور پنجاب کے سکھ کسانوں کو خوش کرنے کی کوشش کی۔ اس کے فوراً بعد وہ رانی لکشمی بائی کے قلعہ جھانسی بھی پہنچے۔ اس طرح پنجاب اور یوپی دونوں کو متاثر کرنے کی کوشش کی۔ زرعی قوانین کی واپسی کے بعد اب یہ بھی کہا جانے لگا ہے کہ جلد ہی بی جے پی کانگریس کو چھوڑ کر نئی پارٹی بنانے والے سابق وزیر اعلیٰ پنجاب کیپٹن امریندر سنگھ سے ہاتھ ملائے گی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کیپٹن کو ہی چہرہ بنادے اور زرعی قوانین کے سوال پر ناراض شرومنی اکالی دَل کو واپس بلالے اور پھر دونوں میں اتحاد قائم ہوجائے۔ واضح رہے کہ گزشتہ ایک سال سے سنگھو بارڈر، ٹکری بارڈر اور غازی پور بارڈر پر کسانوں کی جانب سے دھرنا دیا جارہا ہے۔ مہنگائی اور بے روزگاری کے ساتھ ساتھ کسانوں کا مسئلہ سب سے اہم تھا۔ چنانچہ اپوزیشن پارٹیاں اس کو انتخابات کا حصہ بنانے کی تیاری کررہی تھیں۔ ۲۹ رنومبر سے شروع ہونے والے پارلیمنٹ کے سرمائی اجلاس میں بھی اس مسئلہ کو پرزور طریقہ سے اُٹھانے کی تیاری تھی۔ خیال رہے کہ اس کے سوال پر اپوزیشن نے سابقہ اجلاس کو چلنے نہیں دیا تھا۔ اس مرتبہ بھی اپوزیشن اسی موڈ میں تھا جبکہ کسانوں کی جانب سے اعلان کیا گیا تھا کہ وہ پارلیمنٹ کا محاصرہ کرنے کے لیے تیار ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ حال ہی میں ہوئے ضمنی انتخابات میں بی جے پی کو شکست سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ اس سے بی جے پی کو اندازہ ہوگیا تھا کہ کسان اور عوام حکومت سے ناراض ہیں، چنانچہ ان کو مطمئن کرنے کے لیے حکومت کی جانب سے یہ قدم اُٹھایا گیا۔ حالانکہ ابھی وثوق سے کچھ نہیں کہا جاسکتا لیکن زرعی قوانین کی واپسی کے بعد مغربی اتر پردیش کی سیاست میں بھی بڑی تبدیلی آسکتی ہے۔ آر ایل ڈی جس کا اتحاد سماجوادی پارٹی سے ہونا طے ہے، وہ بھی بی جے پی کی طرف گھوم سکتی ہے۔ اگر سیاسی چہ می گوئیوں پر بات کریں تو یہ بھی کہا جارہا ہے کہ بہت ممکن ہے خود بھارتیہ کسان یونین کے قومی ترجمان راکیش ٹکیت کا بھی بی جے پی کی طرف جھکاؤ ہوجائے گا کیونکہ اس سے پہلے ایسا ہی دیکھنے کو مل چکا ہے۔

ان حالات سے واضح ہے کہ مودی حکومت کی جانب سے جو بڑا فیصلہ لیا گیا ہے اس کا اثر بہر حال کسی نہ کسی صورت سیاست پر نظر آئے گا۔ دوسری جانب زرعی قوانین اور کساوں کے جاری دھرنے سے متعلق جو بھی مقدمات سپریم کورٹ میں چل رہے ہیں وہ بھی ختم ہوجائیں گے۔ معلوم ہو کہ کسانوں کے دھرنے کے خلاف کئی لوگوں نے سپریم کورٹ میں پٹیشن داخل کی تھی اور مطالبہ کیا تھا کہ سڑکوں کو خالی کرایا جائے کیونکہ اس کی وجہ سے بیس منٹ کا سفر دو گھنٹے میں پورا ہورہا ہے۔ مشکلات بھی پیش آرہی ہیں۔ اس پر سپریم کورٹ نے کہا تھا کہ دھرنا دینے کا حق ہے لیکن بہت دنوں تک شاہراہوں کو نہیں روکا جاسکتا۔ کئی مرتبہ مرکزی حکومت اور ریاستی حکومتوں کو سپریم کورٹ نے پھٹکار بھی لگائی تھی کہ آخر شاہراہوں کو خالی کیوں نہیں کرایا جارہا ہے؟ اب اگر پارلیمنٹ میں تینوں قوانین کی واپسی ہوتی ہے اور اس کو نافذ کردیا جاتا ہے تو یہ سب ختم ہوجائے گا۔ اس کے ساتھ ہی زرعی قوانین کو بھی سپریم کورٹ میں چیلنج کیا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ یہ غیر قانونی ہے۔ خیال رہے کہ سپریم کورٹ کی ہدایت پر ہی دو سال کے لیے زرعی قوانین کے نفاذ کو روک دیا گیا تھا۔ ▫▫

کسان تحریک سے قوانین کی واپسی کے اعلان تک: کب کیا ہوا؟

کسان تحریک کو ۱۹ رنومبر کو بڑی کامیابی ملی۔ اس دن وزیر اعظم نریندر مودی نے تینوں زرعی قوانین کو واپس لینے کا فیصلہ کیا۔ آیئے تاریخوں کے آئینے میں دیکھتے ہیں کہ کسانوں کی تحریک کیسے شروع ہوئی اور کب کیا ہوا؟

۲۰ ر نومبر ۲۰۲۰: یہ وہ تاریخ تھی جب کسانوں نے زرعی قوانین کے خلاف تحریک شروع کی تھی۔ ۱۴ رستمبر کو حکومت نے پارلیمنٹ میں کسانوں کے قوانین سے متعلق بل پیش کیا۔ یہ بل ۱۷ رستمبر کو لوک سبھا میں پاس ہوا۔ پھر ۲۰ رستمبر کو راجیہ سبھا میں بھی صوتی ووٹ سے پاس کیا گیا۔ اس کے بعد ہی پورے ملک کے کسان آواز اُٹھانے لگے۔ ۲۴ رستمبر کو پنجاب میں سہ روزہ ریل روکو تحریک شروع ہوئی۔ اسی وقت ۲۵ رستمبر کو آل انڈیا کسان سنگھرش کو آرڈی نیشن کمیٹی کی کال پر ملک بھر سے کسان دہلی کے لیے روانہ ہوئے۔ اسی سال ۲۵ رنومبر کو نئے زرعی قوانین کے خلاف ملک بھر میں احتجاج شروع ہوگیا۔ پنجاب اور ہریانہ میں 'دہلی چلو تحریک' کا نعرہ دیا گیا۔

۲۸ ر نومبر ۲۰۲۰: اس تاریخ کو ملک کے وزیر داخلہ امت شاہ نے کسانوں سے بات چیت کرنے کی پیشکش کی تاہم کسانوں نے ان کی بات سننے سے انکار کردیا اور جنتر منتر پر احتجاج کی بات کہی۔

۳ ر دسمبر ۲۰۲۰: حکومت اور کسانوں کے درمیان بات چیت کا پہلا دور ۳ ردسمبر کو ہوا تاہم اس بات چیت کے دوران کسی قسم کا کوئی نتیجہ سامنے نہیں آسکا۔ اس کے بعد ۵ ردسمبر کو مرکزی حکومت نے کسانوں کے ساتھ بات چیت کا دوسرا دور چلا۔ اس میں بھی کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ کسانوں نے بھی گفتگو کے دوران حکومت کی طرف سے دیا گیا کھانا نہیں کھایا اور زمین پر بیٹھ کر خود کا لایا کھانا کھایا۔

۸ ر دسمبر ۲۰۲۰: کسانوں نے زرعی قوانین کی مخالفت میں بھارت بند کی کال دی تھی۔ دوسری ریاستوں کے کسانوں نے بھی بھارت بند کی حمایت کی۔ اس کے بعد ۹ ردسمبر کو کسان رہنماؤں نے زرعی قوانین میں اصلاحات کی مرکزی حکومت کی تجویز کو مسترد کردیا اور زرعی قوانین کو واپس نہ لینے تک دھرنا دینے کی بات کہی۔ ۱۱ ردسمبر کو زرعی قوانین کا معاملہ سپریم کورٹ پہنچا۔

۳۰ ر دسمبر ۲۰۲۰: کسانوں اور مرکزی حکومت کے درمیان بات چیت میں کچھ پیش رفت ہوئی۔ حکومت کسانوں کو پرالی جلانے پر جرمانہ اور بجلی ترمیمی بل ۲۰۲۰ء میں اصلاحات کرنے پر راضی ہوئی۔ اس سے پہلے ۱۶ ردسمبر کو سپریم کورٹ نے کہا تھا کہ زرعی قوانین پر تعطل کے پیش نظر وہ ایک پینل تشکیل دے سکتی ہے جس میں کسانوں اور حکومت دونوں کے نمائندے ہوں گے۔ ۲۱ ردسمبر کو کسانوں نے دھرنا کے تمام مقامات پر یک روزہ بھوک ہڑتال کی۔

۲۶ ر جنوری ۲۰۲۱: کسان تنظیموں نے زرعی قوانین کے خلاف احتجاج کے لیے یوم جمہوریہ پر ٹریکٹر پریڈ نکالی۔ اس دوران ہزاروں مظاہرین کا پولیس سے تصادم ہوا۔ پریڈ کے دوران سنگھو اور غازی پور سرحد کے کسان اپنا راستہ بدل کر دہلی آئی ٹی او اور لال قلعہ کی طرف چلے گئے۔ یہاں مظاہرین پر لاٹھی چارج کیا گیا۔ یہ سلسلہ یہیں نہیں رُکا۔ ۲۸ رجنوری کو دہلی غازی پور سرحد پر بھی کشیدگی پھیل گئی۔ اس کی وجہ پڑوسی یوپی کے غازی آباد کی ضلعی انتظامیہ کا سرحد خالی کرنے کا حکم تھا۔

فروری ۲۰۲۱: کسانوں کے مسائل پر بولنے پر حکومت نے مشہور شخصیات اور دیگر لوگوں کی مذمت کی۔ حکومت نے ان لوگوں کو غلط اور غیر ذمہ دار قرار دیا۔ یہ سب پاپ اسٹار ریحانہ اور ماحولیاتی کارکن گریٹا تھن برگ اور دیگر کی طرف سے کسانوں کے مظاہروں پر اپنی رائے دینے کے بعد ہوا۔ اس کے بعد ۵ رفروری کو دہلی سائبر کرائم سیل نے کسانوں کے احتجاج پر ٹول کٹ کے استعمال پر ایف آئی آر درج کی تھی۔ ۶ رفروری کو مشتعل کسانوں نے ملک بھر میں ناکہ بندی کی۔ یہ چکہ جام دوپہر ۱۲ بجے سے ۳ بجے تک کیا گیا۔ پنجابی اداکار اور کارکن دلیپ سندھو کو یوم جمہوریہ تشدد کیس کے سلسلے میں ۹ رفروری کو گرفتار کیا گیا تھا۔

مارچ، اپریل، مئی ۲۰۲۱: ۵ رمارچ ۲۰۲۱ء کو پنجاب اسمبلی نے ایک قرارداد منظور کی۔ اس میں انھوں نے پنجاب میں تینوں زرعی قوانین پر عمل درآمد نہ ہونے دینے کی بات کی۔ انھوں نے ایم ایس پی پر مبنی نظام کی پیروی کے بارے میں بھی بات کی۔ ۶ رمارچ کو دہلی سرحد پر کسانوں کے احتجاج کے سو دن مکمل ہوگئے۔ ۱۵ راپریل کو ہریانہ کے نائب وزیر اعلیٰ دشینت چوٹالہ نے کسانوں کے ساتھ بات چیت دوبارہ شروع کرنے کے لیے وزیر اعظم مودی کو خط لکھا۔ ۲۷ رمئی کو کسانوں نے یوم سیاہ کے طور پر منایا اور حکومت کا پتلا جلایا۔

جون، جولائی، اگست ۲۰۲۱: ۵ رجون کو کسانوں نے سمپورن انقلابی دن کے طور پر منانے کا اعلان کیا۔ ۲۶ رمارچ کو زرعی قوانین کے خلاف احتجاج کے سات ماہ مکمل ہونے پر کسانوں نے دہلی تک مارچ کیا۔ متحدہ کسان مورچہ نے دعویٰ کیا کہ مختلف ریاستوں میں کسانوں کو روکا گیا ہے۔ جولائی میں جب مانسون اجلاس شروع ہوا تو کسانوں نے پارلیمنٹ ہاؤس کے قریب مانسون اجلاس شروع کیا۔ اس دوران کسانوں نے تین زرعی قوانین کی مخالفت کی۔ ۷ راگست ۲۰۲۱ء کو اپوزیشن کے چودہ رہنماؤں نے ایوان میں ملاقات کی۔ اس کے بعد ان سب نے دہلی کے جنتر منتر پر چل رہی کسان سنسد میں جانے کا فیصلہ کیا۔ ۲۸ راگست کو ہریانہ کے کرنال میں کسانوں پر لاٹھی چارج ہوا اور کئی کسان زخمی ہوئے۔

ستمبر، اکتوبر، نومبر ۲۰۲۱: یوپی الیکشن قریب دیکھ کر کسانوں نے یہاں اپنی تحریک شروع کردی۔ مظفر نگر میں بڑی تعداد میں لوگ جمع ہوئے۔ اس کے بعد کسان ۷ رسے ۹ رنومبر کے درمیان کرنال پہنچے۔ ۱۱ رستمبر کو کسان اور کرنال کی ضلع انتظامیہ کے درمیان تعطل ختم ہوا۔

۱۹ ر نومبر ۲۰۲۱: وزیر اعظم نریندر مودی نے تینوں زرعی قوانین کی واپسی کا اعلان کیا۔ ▫▫

تجزیہ

سیّد فاروق احمد سیّد علی

تری پورہ میں سیاسی دہشت گردی

گذشتہ دو ہفتوں سے سوشل میڈیا کے ذریعے یہ خبریں دیکھنے اور سننے مل رہی ہیں کہ تریپورہ میں آر ایس ایس بجرنگ دل اور ہندو یوا واہنی کے دہشت گرد مسلمانوں کی املاک کو نقصان پہنچا رہے ہیں، مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کے ہر ممکن حربے استعمال کرتے جارہے ہیں، دس سے زائد مساجد کو شدید نقصان پہنچایا گیا ہے، چٹائی، جائے نماز، اسلامی کتابوں کے ساتھ ساتھ، قرآن کو بھی جلا دیا گیا ہے، جان و مال، عزت و آبرو سے کھلواڑ کیا جارہا ہے، اور ایسا کئی دنوں سے ہورہا ہے۔ مسلمانوں کا گھروں سے باہر نکلنا مشکل کردیا گیا ہے۔ یہ خبریں بھی سننے ملی ہے کہ پولیس کی پشت پناہی میں بجرنگ دل، ہندو یوا واہنی اور آر ایس ایس کے غنڈے گلی گلی گھوم کر اقلیتوں کو نشانہ بناتے جارہے ہیں، حکومت خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے، انتظامیہ مسلمانوں کے جان و مال کے تحفظ میں ایک بار پھر جان بوجھ کر ناکام ہوتی دکھائی دے رہی ہے۔ گودی میڈیا، مین اسٹریم میڈیا میں ابھی تک تریپورہ کے تعلق سے ایک بھی خبر منظر عام پر نہیں لائی گئی ہے۔ ہندوتو گروپ کے دنگائی آزاد سڑکوں پر گھوم رہے ہیں اور مسلمان اب بھی حکومت و انتظامیہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنی جانوں کے تحفظ کے لئے ڈرے سہمے پولیس کی مدد کا انتظار کررہے ہے۔

یہ صورتحال بالکل گجرات کی صورتحال سے مشابہ نظر آرہی ہے۔ جہاں ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت پوری منصوبہ بندی کے بعد گجرات کو جلا دیا گیا تھا تہس نہس کردیا گیا تھا بالکل اسی طرز پر تریپورہ کو بھی نذر آتش کرنے کی ریہرسل چل رہی ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ اگر حالات کو جلد قابو میں نہ کیا گیا تو ہندو دہشت گردوں کو نہ روکا گیا تو تریپورہ دوسرا گجرات بن سکتا ہے۔ بی جے پی کی یہ تاریخ رہی ہے کہ جب جب الیکشن قریب ہوتے ہیں تب تب ہندو مسلم فسادات کروا کر ہندوؤں کو بھڑکانے کا کام کیا جاتا ہے اور انہیں یہ باور کرایا جاتا ہے کہ بھارت میں ہندو مذہب خطرے میں آچکا ہے لہذا ہندو راشٹر کو مضبوط کرنے کے لئے آر ایس ایس کی ذیلی تنظیمیں تشدد برپا کرتی ہے مسلمانوں کے جذبات کو بھڑکایا جاتا ہے اللہ رسول کے شان میں گستاخیاں کی جاتی ہے اور پھر ردعمل میں کوئی حملہ ہوتا ہے یا جواب دیا جاتا ہے تو اس کو بہانہ بنا کر فرقہ وارانہ فسادات برپا کئے جاتے ہیں اور ہندو یہ سمجھتے ہیں کہ ہندو مذہب محفوظ ہورہا ہے اور ادھر بی جے پی اپنے حربے میں کامیاب ہوجاتی ہے اور اس کا ووٹ بینک مضبوط ہوکر اسے اقتدار تک پہنچا دیتا ہے۔ بالکل اسی طرح اب یوپی اور تریپورہ میں الیکشن کا بگل بجنے کے بعد سے یہی صورتحال ہے بی جے پی ہندو مسلم کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتی ہے۔ اس لئے اس نے بنگلہ دیش میں ہوئے تشدد کا بہانہ بنا کر تریپورہ کو ٹارگیٹ کیا۔

تریپورہ شمال مشرقی ہندوستان کی یہ چھوٹی سی ریاست تین اطراف سے پڑوسی ملک بنگلہ دیش سے گھری ہوئی ہے۔ تقریباً ۳۷ لاکھ کی آبادی والی اس ریاست میں مسلمانوں کی تعداد محض ۸ء۶ فیصد ہے۔ بنگلہ دیش سے بھی کافی تعداد میں ہندو آکر یہاں آباد ہیں۔ کہا جارہا ہے کہ تریپورہ کے یہ واقعات درگا پوجا کے دوران بنگلہ دیش کے کمیلا ضلع میں پوجا پنڈال میں قرآن شریف رکھے جانے کے بعد وہاں ہوئے تشدد کا ردعمل ہیں۔ جس طرح ۲۰۰۲ء میں گجرات میں ردعمل کی مثال پیش کرتے ہوئے شر پسندوں نے مسلمانوں کی منظّم نسل کشی کا سلسلہ شروع کردیا تھا، وہی صورتحال یہاں بھی پیدا ہونے کا خدشہ ہے کیوں کہ بنگلہ دیش واقعہ کے بعد سے ہی تریپورہ کے مختلف علاقوں میں آباد مسلمانوں کو ہندو شدت پسند تنظیموں نے نشانہ بنانا شروع کردیا ہے۔ اور خاص بات یہ ہے کہ آزادی کے بعد سے آج تک وہاں پر کسی بھی قسم کا کوئی بھی فساد رونما نہیں ہوا ہے۔ گزشتہ منگل کو وشو ہندو پریشد نے پانی ساگر سب ڈویزن میں ایک ریلی نکالی تھی جس میں تین سے چار ہزار افراد شامل تھے، مسلم مخالف نعرے لگاتی ہوئی اس ریلی کے دوران وہاں کی ایک مسجد اور کم از کم ۸ مسلم بستیوں کو آگ لگادی گئی۔ اسی طرح دوسری شدت پسند ہندو تنظیمیں بجرنگ دل اور آر ایس ایس نے بھی ریلیاں نکالیں اور ان ریلیوں کے دوران مسلمانوں اور ان کی مساجد پر حملے کیے گئے۔ راجدھانی اگرتلہ سے ۱۵۵ کلومیٹر دور پانی ساگر علاقہ کی مسلم خواتین سے چھیڑ چھاڑ اور زیادتی کے واقعات بھی سامنے آئے ہیں جن کی باقاعدہ تھانہ میں شکایت درج کرائی گئی ہے۔ لیکن اس کا کچھ اثر نہ پہلے ہوا ہے اور نہ اب ہونے والا ہے۔ آخر سوال یہ ہے کہ حکومت پولیس اور انتظامیہ ان فسادات کو روکنے کی سنجیدہ کوششیں کیوں نہیں کررہی ہیں۔ جئے شری رام کے متعصّبانہ نعرے لگوانے، حضور کی شان میں گستاخیاں کرنے والے، مسجدوں اور مسلمانوں کی املاک کو تباہ و تاراج کرنے والوں پر پولیس اتنی مہربان کیوں ہیں؟ گذشتہ میں جتنی بھی بار بھی فسادات ہوئے اس میں کئی ایسے فوٹیج ثبوت کے طور پر حاصل ہوئے تھے جس میں یہ صاف صاف دیکھا گیا تھا کہ پولیس دنگائیوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کی املاک کو تباہ و برباد کرنے کا کام کرتی ہیں۔ ان کے حوصلے بڑھاتی ہیں۔ مسلمانوں کو حب الوطنی کا درس سکھانے والے خود غدار وطن ہونے کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ یکطرفہ کاروائیاں کی جاتی ہیظلم وستم کے پہاڑ مسلمانوں پر توڑے جاتے ہیں اور موردالزام بھی مسلمانوں کو ٹھہرایا جاتا ہے۔

ہمارا حکومت انتظامیہ اور پولیس سے مطالبہ ہے کہ تریپورہ میں فی الفور مسلمانوں پر حملے روکے جائیں۔ اکثریتی فرقے کو جو کھلی چھوٹ دے رکھی ہے اس کو کنٹرول کیا جائے۔ اگر ہندو دہشت گرد تنظیمیں چاہتی ہیں کہ مسلمانوں کی طرف سے بھی ایکشن کاری ایکشن آئے تو حالات اور زیادہ خراب ہوسکتے ہیں اور وہ یہی چاہتے ہیں لیکن مسلمان ہمیشہ حکمت اور تدبر کی چادر میں رہ کر جمہوریت کے دائرے میں رہ کر ہی اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں اور کرتے آئے ہیں لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہ نکالا جائے کہ مسلمان کمزور ہیں۔ خیر! تریپورہ کے معاملہ پر اکابر ملت اور ملی تنظیموں کی توجہ ضرور ہوگی، میں تمام ملی تنظیموں کے قائدین سے خاص طور پر جمعیۃ علماء ہند کی دونوں تنظیم، ملی کونسل اور جماعت اسلامی کے قائدین سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس سلسلہ میں پہل کریں۔ پہلے مرکزی حکومت کے ذمہ داروں سے بات کرنے کی زحمت کریں، پھر حالات کے اعتبار سے صوبائی حکومت سے، فساد پر قابو پانے کے لئے دونوں پر زور دیا جائے، جس علاقہ میں فساد ہوا ہے، وہاں امن وشانتی بحال کرنے کے لئے کوشش کی جائے، تاکہ حالات معمول پر آسکیں اور امن وشانتی بحال ہوسکے، نیز حکومت پر زور دیا جائے کہ دنگائیوں کی نشاندہی کی جائے اور ان پر کارروائی کی جائے۔ اور ہم سب کا یہ کام ہے کہ پرزور احتجاج کئے جائیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں سے یہ گذارش ہے کہحالات بد سے بدتر ہوتے جارہے ہیں پوری دنیا میں مسلمانوں کو تباہ و تاراج کرنے کی چالیں چلی جاچکی ہیں اور ایسے میں ہم ایک دوسرے کے کپڑے پھاڑنے میں لگے ہوئے ہیں۔ ایک دوسرے کی دل آزاری کرنے میں سبقت لے جارہے ہیں۔ ہر کوئی اپنے آپ کو بڑا اور سچ ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے۔ کوئی کسی کی ماتحتی میں کام کرنے کے لئے راضی ہی نہیں ہے۔ خدارا اپنے آپ کو دیکھئے ملک کے حالات کو دیکھئے مسلمانوں کی پستی کے علاج کی طرف غور کیجئے۔ امت واحدہ ہونے کا ثبوت پیش کیجئے۔ جس کام کے لئے ہمیں پیدا کیا گیا ہے اس کی طرف لوٹ آیئے وقت بہت کم ہے اور کام بہت زیادہ ہے۔

کھیل کی دنیا
کرکٹ کی تاریخ کے بہترین کوچز

جان بکانن: جان بکانن کو کرکٹ کی تاریخ کا سب سے بڑا کوچ تسلیم کیا جاتا ہے، ان کا تعلق آسٹریلیا سے ہے۔ پانچ برس تک کوئنز لینڈ بلز کے کرکٹ کوچ کی حیثیت سے خدمات سرانجام دینے کے بعد انھیں ۱۹۹۹ء میں آسٹریلوی کرکٹ ٹیم کا کوچ مقرر کیا گیا۔ جان بکانن کوچ بننے سے پہلے فرسٹ کلاس کرکٹر تھے۔ آسٹریلوی کرکٹ ٹیم کے کوچ کی حیثیت سے ان کی خدمات یادگار ہیں۔ انھوں نے آسٹریلیا کی کرکٹ ٹیم کو ۲۰۰۳ء اور ۲۰۰۷ء کا ورلڈ کپ جتوانے میں قابل تحسین کردار ادا کیا۔ پھر ۲۰۰۴ء میں آسٹریلیائی ٹیم کا دورہ ہندستان بھی بڑا کامیاب رہا اور بھارت کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے علاوہ ۲۰۰۶ء میں آسٹریلیا نے پہلی بار آئی سی سی چمپئن ٹرافی میں کامیابی حاصل کی۔ آسٹریلوی ٹیم سے ریٹائرمنٹ کے بعد جان بکانن نے جون ۲۰۰۹ء تک کولکاتا نائٹ رائیڈرز کی کوچنگ کی۔ ۱۱-۲010ء کی ایشنز سیریز کے لیے انگلینڈ کرکٹ ٹیم نے کنسلٹنٹ کے طور پر جان بکانن کی خدمات حاصل کرلیں۔

باب وولمر: یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ پاکستان کرکٹ ٹیم کو جتنے بھی کوچز ملے باب وولمر سب سے بہترین تھے۔ پاکستان ٹیم کی کوچنگ سے پہلے وہ جنوبی افریقہ کی ٹیم کے کوچ تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ۲۰۰۴ء میں انھیں اور رمیز راجہ کی سفارش پر پاکستان کرکٹ ٹیم کا کوچ مقرر کیا گیا۔ اس وقت شہریار خان پی سی بی کے چیئرمین تھے۔ باب وولمر انگلینڈ کی طرف سے ٹیسٹ کرکٹ کھیلتے رہے اور انھوں نے ۱۹ ٹیسٹ کھیلے۔ وہ ایک پیشہ ور کرکٹ کوچ تھے۔ انھوں نے ۱۹۹۱ء میں وروک شائر کاؤنٹی کرکٹ کلب کی کوچنگ سے اپنے سفر کا آغاز کیا۔ ۱۹۹۳ء میں انھوں نے نیٹ ویسٹ ٹرافی جیتی۔ باب وولمر کو ۱۹۹۴ء میں جنوبی افریقہ کی کرکٹ ٹیم کا کوچ مقرر کیا گیا اور ان کے دور میں جنوبی افریقہ کی قومی ٹیم نے ۱۵ ٹیسٹ سیریز میں سے دس سیریز اپنے نام کیں۔ اس زمانے میں وہ کرکٹ کوچنگ کے لیے کمپیوٹر سے کام لیتے رہے۔ وہ ۲۰۰۴ء میں پاکستان کرکٹ ٹیم کے کوچ مقرر ہوئے اور انھوں نے کوچنگ سے پاکستان کرکٹ ٹیم کو بہت فائدہ پہنچا۔ ان سے پہلے جاوید میانداد کوچنگ کے فرائض سرانجام دے رہے تھے لیکن پھر یوں ہوا کہ پاکستانی ٹیم اپنے ہی ملک میں بھارت سے ٹیسٹ اور ایک روزہ سیریز ہار گئی۔ اس کے بعد جاوید میانداد کو ان کے عہدے سے ہٹا دیا گیا اور پھر جنوبی افریقہ کے سابق کوچ باب وولمر کو پاکستان ٹیم کا کوچ بنایا گیا۔

> ایک زمانے میں کرکٹ میں کوچ کا کوئی تصور نہیں ہوتا تھا۔ ٹیم منیجر ہی کوچنگ کے فرائض سرانجام دیتا تھا لیکن پھر وقت کا دھارا بدلا اور کرکٹ میں کوچز کی تعیناتی کو ضروری خیال کیا جانے لگا۔ کئی کرکٹ کوچز پہلے کرکٹر تھے، پھر وہ بعد میں کوچ کے فرائض سرانجام دینے لگے لیکن کچھ کوچز ایسے بھی تھے جنھوں نے کبھی کرکٹ نہیں کھیلی لیکن اس کے باوجود وہ بڑے کامیاب کوچ ثابت ہوئے، ہم ذیل میں اپنے قارئین کو ایسے کوچز کے بارے میں بتا رہے ہیں جنھوں نے اپنی قابلیت اور مہارت سے مختلف کرکٹ ٹیموں کو صف اوّل کی ٹیمیں بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔

گیری کرسٹن: گیری کرسٹن ایک زمانے میں جنوبی افریقہ کی ٹیم کے بہترین افتتاحی بلے باز تھے۔ بعد میں وہ کوچنگ کی طرف آ گئے۔ ۲۰۰۸ء میں وہ بھارتی کرکٹ ٹیم کے ہیڈ کوچ بن گئے۔ گیری کرسٹن نے بھارتی ٹیم کو بلندیوں تک پہنچا دیا۔ ان کی کوچنگ کے دور میں بھارتی ٹیم ٹیسٹ اور ایک روزہ کرکٹ میں نمبرون رہی۔ ان کی کوچنگ کے زمانے میں ہی بھارت نے ۲۰۱۱ء کا کرکٹ ورلڈ کپ جیتا، اس میں کوئی شک نہیں کہ گیری کرسٹن ایک بہت اچھے کوچ تھے۔

جان رائٹ: نیوزی لینڈ کی کرکٹ کی تاریخ میں جن شاندار افتتاحی بلے بازوں کا ذکر ملتا ہے، ان میں جان رائٹ کا نام بھی ہے۔ انھوں نے ۲۰۰۰ء سے ۲۰۰۵ء تک بھارتی کرکٹ ٹیم کی کوچنگ کے فرائض سرانجام دیئے۔ ان کی زبردست کوچنگ کی وجہ سے ہی بھارتی ٹیم ۲۰۰۳ء کے ورلڈ کپ کے فائنل میں پہنچی۔ اس کے علاوہ بھارت نے آسٹریلیا کے خلاف ٹیسٹ سیریز جیت لی۔ اس وقت آسٹریلوی کرکٹ ٹیم بہت مضبوط تھی۔ جان رائٹ نے نیوزی لینڈ ٹیم کی کپتانی بھی کی۔ وہ بائیں ہاتھ سے بلے بازی کرتے تھے۔ جان رائٹ نے بہت عرصہ تک کاؤنٹی کرکٹ بھی کھیلی۔ انھوں نے کینٹ کاؤنٹی کرکٹ کلب کی کوچنگ کی۔ بعد میں انھیں بھارتی ٹیم کی کوچنگ کا موقع ملا اور ان کی کوچنگ بہت کامیاب رہی۔ ان کی کوچنگ کا عرصہ ۲۰۰۰ء سے ۲۰۰۵ء تک جاری رہا۔ اس عرصہ کے دوران بھارتی ٹیم میں بت بہتری آئی۔

ڈنکن فلیچر: یہ زمبابوے کے کرکٹ کوچ ہیں اور سابق کرکٹر بھی ہیں۔ انھوں نے بھارت اور انگلینڈ کی کرکٹ ٹیموں کی کوچنگ کی۔ وہ ۱۹۹۹ء سے ۲۰۰۷ء تک انگلینڈ ٹیم کے کوچ کے فرائض سر انجام دیتے رہے۔ ان کو یہ کریڈٹ جاتا ہے کہ انھوں نے ۲۰۰۰ء کے شروع میں انگلینڈ کی ٹیم کو ٹیسٹ کرکٹ میں نئی رفعتوں سے ہمکنار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ڈنکن فلیچر نے ۲۰۱۱ء سے ۲015ء تک بھارتی ٹیم کی کوچنگ بھی کی اور ان کے دور میں بھارتی کرکٹ ٹیم نے زوال نہیں بلکہ عروج ہی دیکھا۔ اس بات کو بھارتی کرکٹر تسلیم کرتے ہیں کہ انھوں نے ڈنکن فلیچر سے بہت کچھ سیکھا۔

اینڈی فلاور: ان کا تعلق بھی زمبابوے سے ہے۔ وہ زمبابوے کے کرکٹ کوچ اور سابق کرکٹر رہے ہیں۔ انھوں نے زمبابوے کی قومی کرکٹ ٹیم کی کپتانی بھی کی۔ وہ دس برس تک زمبابوے کرکٹ ٹیم کے وکٹ کیپر بھی رہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اینڈی فلاور زمبابوے کی کرکٹ تاریخ کے عظیم ترین بلے باز ہیں۔ ۲۸ر اپریل ۱۹۶۸ء کو کیپ ٹاؤن (جنوبی افریقہ) میں پیدا ہونے والے اینڈی ولاور نے ۱۸ر اکتوبر ۱۹۹۲ء کو بھارت کے خلاف پہلا ٹیسٹ میچ کھیلا۔ ان کا آخری ٹیسٹ ۲۰۰۲ء کو پاکستان کے خلاف تھا۔ انھوں نے پاکستان کرکٹ ٹیم کی بھی کوچنگ کی۔

ڈیو وٹمور: آسٹریلوی کوچ اور سابق کھلاڑی ڈیو وٹمور کا شمار بہت اچھے کوچوں میں کیا جاتا ہے۔ وہ دائیں ہاتھ سے بلے بازی کرتے تھے، انھوں نے ۱۹۷۹ء میں آسٹریلیا کے لیے سات ٹیسٹ میچ کھیلے۔ اس کے علاوہ ۱۹۸۰ء میں انھوں نے ایک ون ڈے میچ بھی کھیلا۔ ۶۷ سالہ ڈیو وٹمور کولمبو (سری لنکا) میں پیدا ہوئے تھے، انھوں نے پہلا ٹیسٹ میچ پاکستان کے خلاف ۱۰ر مارچ ۱۹۷۹ء کو کھیلا تھا۔ ان کے پاس آسٹریلیا اور سری لنکا دونوں ممالک کی شہریت ہے۔ وٹمور نے سری لنکا کی دو دفعہ کوچنگ کی۔ پہلی دفعہ ان کی کوچنگ کے دور میں سری لنکا نے ۱۹۹۷ء میں ورلڈ کپ اپنے نام کیا۔ دو دفعہ کوچنگ کے زمانے میں انھوں نے لنکا شائر کاؤنٹی کی بھی کوچنگ کی اور اس کے نتیجے میں ۱۹۹۷ء اور ۱۹۹۹ء میں نیشنل لیگ جیتی۔ (باقی ص۱۴ پر)

طب وصحت
ڈینگی بخار: پلیٹ لیٹس کی کمی، علاج اور احتیاط

ڈینگی بخار بظاہر تو ایک معمولی سا مگر سنگین بخار ہے جو چند ہی روز میں خطرناک صورتحال اختیار کرلیتا ہے اور موت کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ ڈینگی کا نشانہ عام طور پر ایسے افراد زیادہ بنتے ہیں جن کی قوتِ مدافعت کمزور ہوتی ہے۔ ڈینگی ایک مخصوص مادہ مچھر ایڈیس ایجپٹائی (Aedes Aegypti) کے کاٹنے سے ہوتا ہے اور پلیٹ لیس کی کمی جان لیوا ہے۔ ہندستان میں ایک بار پھر ڈینگی بخار نے سر اُٹھالیا ہے، ملک بھر میں اب تک ڈینگی کے سینکڑوں کیس سامنے آچکے ہیں۔ ڈینگی پر قابو پانے کے لیے ملک بھر کے عوام کا احتیاطی تدابیر اختیار کرنا ضروری ہے۔ طبّی ماہرین کے مطابق ڈینگی بخار کی چار اقسام ہیں لیکن مریض میں چاروں اقسام میں سے ایک ہی کی علامات ظاہر ہوتی ہیں اور ان کے ظاہر ہوتے ہی فوری طور پر ڈاکٹر سے رجوع کرنا مرض کی شدت میں کمی کا باعث بن سکتا ہے۔ ڈینگی کی ابتدائی علامات میں تیز بخار، جسم میں شدید درد اور کمزوری کا احساس، ٹانگوں اور جوڑوں میں درد، سردرد، منہ کا ذائقہ تبدیل ہونا، چہرے کا رنگ سرخ پڑجانا یا پھر جسم کے بعض اعضاء کا گلابی پڑجانا اور سردی لگنا شامل ہیں۔ اس میں مریض کے جوڑوں اور پٹھوں کا درد اتنی شدت اختیار کرلیتا ہے کہ اسے اپنی ہڈیاں ٹوٹتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں اسی لیے اس کو بریک بون فیور بھی کہا جاتا ہے۔

پلیٹ لٹس چھوٹی چھوٹی ایسی پلیٹس ہیں جو کسی بھی جگہ جہاں خون کا اخراج ہو اس مقام پر پہنچ کر وہاں بند باندھ دیتے ہیں۔ خون کا یہ اخراج اندرونی بھی ہوسکتا ہے اور بیرونی بھی۔ عمومی طور پر ایک شخص میں پلیٹ لیٹس کی تعداد ڈیڑھ لاکھ سے ساڑھے چار لاکھ فی مائیکرو لیٹر بلڈ ہوتی ہے، موسمی بخار میں یہ کم ہوکر نوے ہزار سے ایک لاکھ ہوسکتی ہے جبکہ ڈینگی وائرس کی صورت میں پلیٹ لیٹس کافی زیادہ کم ہوکر تقریباً بیس ہزار یا اس سے بھی کم رہ جاتے ہیں۔

پلیٹ لیٹس کی غیر موجودگی میں خون دماغ میں جمع ہونا شروع ہوجائے گا اور اس میں غیر معمولی دباؤ کا سبب بنے گا۔ اس سے کئی پیچیدگیاں جنم لے سکتی ہیں۔ اگر پلیٹ لیٹس کی جسم میں کمی ہو تو برین ہیمرج یعنی دماغ میں نس کے پھٹنے یا خون کے رسنے کا عمل شروع ہونے کا خطرہ بہت بڑھ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک صحت مند جسم میں پلیٹ لیٹس کی تعداد ڈیڑھ لاکھ سے ساڑھے چار لاکھ تک ہوتی ہے۔ یہ انسان کی بون میرو یعنی ہڈی کے گودے کے اندر ضرورت کے مطابق قدرتی طور پر بنتے رہتے ہیں۔ جسم میں ان کی زیادتی اور کمی دونوں صورتیں عموماً کسی بیماری کی علامت ہوتی ہیں۔

جسم میں پلیٹ لیٹس کی کمی کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں۔ ان میں انفیکشن، گردوں کی بیماری، کئی ادویات کے اثرات یا جسم کے مدافعاتی نظام میں خرابی اور اب ڈینگی بخار بھی شامل ہے۔ آٹو امیون سسٹم کی وجہ سے بھی پلیٹ لیٹس میں کمی واقع ہوسکتی ہے۔ اس میں ہوتا یہ ہے کہ جسم اپنے ہی مدافعاتی نظام کے ساتھ لڑنا شروع کردیتا ہے۔ ادویات کی مدد سے پلیٹ لیٹس کو اپنا کام کرنے سے روکا جاتا ہے تاکہ وہ کلاٹ یا خون کا لوتھڑا نہ بنا پائیں۔

عالمی ادارہ صحت (ڈبلیو ایچ او) کے مطابق ڈینگی سے ہونے والی اموات دنیا بھر میں ہونے والی اموات کا چار فیصد ہیں اور احتیاط کے ذریعے ہی اس مرض سے بچنا ممکن بنایا جاسکتا ہے۔ ڈبلیو ایچ او کی جانب سے احتیاطی تدابیر (باقی ص۱۴ پر)

ادبیات

پیدا کریں گے اہلِ وطن میں ہم اتحاد

قاری محمد اسحاق حافظؔ سہارنپوریؒ

ایک ایک داغ دل کا فروزاں کریں گے ہم — یوں اہتمامِ جشنِ بہاراں کریں گے ہم
جوشِ عمل سے مشکلیں آساں کریں گے ہم — گردش کو اپنے تابعِ فرماں کریں گے ہم
رونے لگے تو حشر کا ساماں کریں گے ہم — پیدا ہر ایک اشک سے طوفاں کریں گے ہم
اس طرز سے بہار کے ساماں کریں گے ہم — غنچے کو پھول، پھول کو خنداں کریں گے ہم
خونِ جگر سے سینچیں گے ہر گوشۂ چمن — ہر پھول میں بہار کا ساماں کریں گے ہم
دُنیا کا مال و زر تو کوئی چیز ہی نہیں — اپنے وطن پہ جان بھی قرباں کریں گے ہم
مسلم کو ہندوؤں کی تمنا بنائیں گے — ہندو کو آرزوئے مسلماں کریں گے ہم
وہ آرہی ہے صحنِ گلستاں میں پھر بہار — پھر تار تار جیب و گریباں کریں گے ہم
جھونکے یہ کہہ رہے ہیں نسیم بہار کے — اِک ایک شاخ غنچہ بداماں کریں گے ہم

پیدا کریں گے اہلِ وطن میں ہم اتحاد
حافظؔ خلوص واُنس کا ساماں کریں گے ہم

تو جہاں بھی ہو، ترے ساتھ وہیں ہے امکان

ڈاکٹر حنیف ترین، سنبھل

میرے بازوئے عمل ہی کو قریں ہے امکان — حوصلہ آؤ ابھی زیرِ نگیں ہے امکان
تو جہاں بھی ہو، ترے ساتھ وہیں ہے امکان — اور پھر تیری رفاقت کا امیں ہے امکان
وہ ہر اِک شئے میں ہے تو آنکھ ذرا کھول کے دیکھ — گو تری سوچ سے بالائے بریں ہے امکان
دل کے جس پیڑ کی ٹہنی سے اُڑے ہیں پنچھی — پھر اسی شاخ پہ لوٹیں گے نہیں ہے امکان
غیر ممکن کو بھی، ممکن نہ بنا آیا ہو — سایۂ وقت میں کیوں خندہ جبیں ہے امکان
تلخیِ زیست سے جینے کا مزہ اور بڑھا — تیری سنگت کے سہارے ہی حسیں ہے امکان

ایک پیغام ہے جن کیلئے شعروں میں حنیفؔ
وہ سمجھ جائیں تو پھر فتحِ مبیں ہے امکان

یا عرض مدعا نہ ہو یا مدعا نہ ہو

اعجاز عسکری

یا عرض مدعا نہ ہو یا مدعا نہ ہو — یعنی کہ یوں نہ ہو تو زمانے میں کیا نہ ہو
یا شوق ہو ملامتِ پیہم سے بے نیاز — یا پھر اظہارِ شوق کبھی برملا نہ ہو
جنگل ہو اِک لپکتے ہوئے خوف کی مثال — سورج ہو، کوئی سایہ نہ ہو اور صدا نہ ہو
ہر چیز ہو وجود کی بنجر حدوں میں قید — سینہ ہو اور جوشِ غم ماسوا نہ ہو
وہ روپ، آنکھ جس کا احاطہ نہ کرسکے — وہ رنگ جس کو بادِ صبا نے چھوا نہ ہو
کس پہ گراؤں اپنی فسوں کاریوں کی برق — جب میرے آس پاس کوئی دوسرا نہ ہو
بے فیض کیوں رہیں جو لبِ التجا کھلے — خالی نہ آئے ہاتھ اگر بے نوا نہ ہو
محروم لطف کیوں ہو جو کھٹکیں مثالِ خار — پتھر نہ کھائیں ہم جو سر بے خطا نہ ہو

جاں پہ بنی ہو معرکۂ اخذ و ترک میں
اور خود مشامِ جاں کو بھی اس کا پتہ نہ ہو

دل کی دنیا پہ چھا رہا ہے کوئی

عبدالواحد واحدؔ

دل کی دنیا پہ چھا رہا ہے کوئی — مجھ کو اپنا بنا رہا ہے کوئی
روشنی بن کے میری راہوں میں — ہر طرف جگمگا رہا ہے کوئی
اپنے پیمانۂ نظر سے مجھے — جام الفت پلا رہا ہے کوئی
میرے خوابوں میرے خیالوں میں — یاد بن کر ستا رہا ہے کوئی
چاہتوں کی حسین وادی میں — چپکے چپکے بلا رہا ہے کوئی
ناز و انداز سے اداؤں سے — ایک طوفاں اُٹھا رہا ہے کوئی

گزرے لمحوں کو آج پھر واحدؔ
کیوں تصور میں لا رہا ہے کوئی

کیا خطا تھی مجھ سے جدا ہوگئی تو

فرید احمد فریدؔ

میری ماں باحیات ہوتی — ساری کائنات میرے ہاتھ ہوتی
سایہ دار درخت سے محروم ہوں — میرے درد کی کوئی انتہا ہوتی
کیا خطا تھی مجھ سے جدا ہوگئی تو — میرے حق میں تو تو لاجواب ہوتی

فریدؔ کی آنکھوں میں آج تیری یاد ہے
میرے کانٹوں کو تو دامن گلاب ہوتی

گورکھپور بی آرڈی کالج معاملہ کی جانچ سی بی آئی سے کرائی جائے: ڈاکٹر کفیل خان

گورکھپور کے بی آرڈی میڈیکل کالج میں آکسیجن کی کمی کے سبب کئی بچوں کی ہوئی موت معاملے میں ملزم بنائے گئے ڈاکٹر کفیل خان نے ایک پریس کانفرنس میں اتر پردیش کی یوگی حکومت پر کئی طرح کے الزامات عائد کیے۔ سب سے پہلے تو انھوں نے اتر پردیش حکومت کے ذریعہ اپنے برخاست کیے جانے کو غلط ٹھہرایا، اور پھر گورکھپور بی آرڈی کالج معاملہ کی جانچ سی بی آئی سے کرانے کا مطالبہ کیا۔ ساتھ ہی انھوں نے کہا کہ یوگی حکومت کو متاثرہ کنبہ سے معافی مانگنا چاہیے۔ نئی دہلی میں منعقد پریس کانفرنس میں ڈاکٹر کفیل خان نے اپنی برخاستگی کو لے کر اتر پردیش کی یوگی حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ کفیل خان نے کہا کہ گورکھپور بی آرڈی کالج معاملے میں ریاستی حکومت کے افسران کے کسی بھی طرح سے ملوث ہونے کی جانچ کرنے کے لیے اس معاملے کو سی بی آئی کے سپرد کیا جانا چاہیے۔ ساتھ ہی انھوں نے کہا کہ یوگی حکومت کو عوامی طور پر متاثرین سے معافی مانگنی چاہیے۔ ڈاکٹر کفیل خان نے یہ بھی کہا کہ مجھے یہ کہتے ہوئے برخاست کر دیا گیا کہ میں ۸راگست ۲۰۱۶ء تک پرائیویٹ پریکٹس کر رہا تھا، لیکن اس دن مرنے والے بچوں کو بچانے کی میری کوششوں کو دیکھتے ہوئے مجھے میڈیکل نگلی جنس اور بدعنوانی کے الزام سے آزاد کر دیا گیا ہے۔ ساتھ ہی انھوں نے کہا کہ مجھے ۸راگست ۲۰۱۶ء کو ہی میڈیکل کالج میں لیکچرر کے عہدہ پر تقرر کیا گیا تھا، اور وہاں میں سب سے جونیئر ڈاکٹر تھا۔ غور طلب ہے کہ گورکھپور کے بی آرڈی میڈیکل کالج میں اگست ۲۰۱۷ء میں آکسیجن کی کمی سے تقریباً ۶۰ بچوں کی موت ہو گئی تھی۔ بچوں کی موت کے معاملے میں یوگی حکومت کو چاروں طرف سے تنقید کا سامنا تھا۔ اس کے بعد ۲۲راگست کو ڈاکٹر کفیل خان کو معطل کر دیا گیا تھا۔ ان کے خلاف جانچ بٹھائی گئی تھی اور چار سال بعد معطل چل رہے ڈاکٹر کفیل خان کو برخاست کر دیا گیا۔

بقیہ— ایک اور نائن الیون....

میں اسلحہ ساز فیکٹریوں کا پیٹ بھرنے اور امریکی معیشت کا پہیہ چلانے کے لیے متبادل میدانِ جنگ کا انتخاب ہو رہا ہے۔ بعض کے نزدیک انتخاب ہو چکا ہے اور وہ میدانِ جنگ پاکستان، افغانستان اور ایران تینوں ہیں۔ امریکی انتظامیہ کا اہم ترین مشیر، سابق ڈائریکٹر سی آئی اے اور سابق وزیر دفاع لیون پینٹا س امریکہ کو مدتوں سے اس بات کا قائل کر رہا تھا کہ امریکہ کو دنیا بھر کے سمندروں پر مکمل اقتدار حاصل کرنا چاہیے۔ یہ شخص آسامہ بن لادن آپریشن کا انچارج تھا۔ اس شخص نے گذشتہ دنوں وائس آف امریکہ کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ افغانستان میں القاعدہ دوبارہ منظّم ہونے والی ہے۔ لیون پینٹا نے کہا ہے کہ اب اگر افغانستان میں القاعدہ دوبارہ منظّم ہوئی، جس کے امکانات بہت ہیں تو ہمارے پاس اسے روکنے کے لیے کوئی پڑوسی ملک ایسا نہیں ہوگا جو ہمیں اڈے دے، یوں ہمیں بہت دور سمندر سے حملہ آور ہونا پڑے گا۔ لیون پینٹا نے کہا ہے کہ القاعدہ اگلے تین سے چھ ماہ میں اس قدر طاقتور ہو سکتی ہے کہ وہ امریکہ پر ایک نائن الیون جیسا بڑا حملہ کر دے۔ ایسے حملے کی صورت میں افغانستان، ایران اور پاکستان ہمارے لیے یہ تینوں ملک دشمن سرزمین ہوں گے۔ پاکستان خود اپنے ملک میں موجود طالبان سے خوفزدہ ہوگا اور ایران ہمارا دشمن ہے۔ ایسے میں ہم ایک وسیع اور نہ ختم ہونے والی جنگ میں داخل ہو سکتے ہیں۔ یہ ہرگز ایک تجزیہ نہیں لگتا ہے بلکہ ایک سوچی سمجھی منصوبہ بندی اور حکمتِ عملی لگتی ہے۔ اسلحہ سازوں کی کمائی کے لیے جنگ کے میدان بنانے کی دوڑ ہے اور اس دوڑ میں سب بڑی عالمی طاقتیں شریک ہیں۔ □□

بقیہ— اتحادِ امت....

اختلافات کو جنم دیتا ہے جو مذموم ہیں، اور جن کی وجہ سے ملت میں انتشار پیدا ہو گیا ہے، ''حبل اللہ'' سے مراد بعضوں نے دین اور بعضوں نے قرآن کریم لیا ہے، مقصود ایک ہی ہے، آج مسلمانوں کے درمیان جو افتراق وانتشار ہے، وہ قرآن کریم احادیث رسول اور شریعت مطہرہ سے دوری کا نتیجہ ہے، اگر قرآن کریم ہماری زندگی میں آجائے اور وہ ہمارے سارے اعمال کا محور بن جائے تو اس امت کو ایک امت بننے سے نہیں روکا جا سکتا اور فروعی اختلافات اتحاد کے راستے میں رکاوٹ نہیں بنیں گے۔

اختلافات قرونِ اولیٰ میں بھی تھے، لیکن یہ آپسی مخالفت، بغض وعناد، کینہ کدورت اور جدال وقتال کی بنیاد نہیں بنتے تھے، خود صحابہ ؟ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے جزوی اور فروعی مسائل میں اختلافات منقول ہیں، حضرت عائشہؓ غسل میں عورتوں کے جوڑا کھولنے کی قائل نہیں تھی اور اوپر سے پانی بہانا وہ بھی تین چلو کافی سمجھتی تھیں، بعض صحابہ سماع موتی کے قائل تھے، بعض مردوں پر نوحہ کرنے سے مردے پر عذاب کی بات کہا کرتے تھے، جبکہ بعض دوسروں کا استدلال ''کسی دوسرے کا بوجھ کوئی اٹھانے والا نہیں اٹھاتا'' سے تھا کہ دوسرے کے گناہ کا بوجھ مردے پر نہیں ڈالا جا سکتا؛ کیونکہ ہر ایک کو اپنی اپنی جواب دہی خود کرنی ہوگی؛ ان اختلافات کے باوجود ایک دوسرے پر اعتماد اور ایک دوسرے کے احترام میں کبھی کوئی فرق نہیں آیا؛ بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے درمیان ہونے والے اختلافات باعث رحمت سمجھے جاتے تھے، اس لیے کہ اس کی وجہ سے عمل کے دائرہ میں وسعت پیدا ہوتی تھی۔

یہیں سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ شیعہ سنی کے بعض اختلافات اور تنازعات بنیادی اور اساسی ہونے کے باوجود اور شیعوں کے بعض فرقوں خارج از اسلام اور بعض کے گمراہ قرار دینے کے باوجود کسی فریق کی طرف سے بے دریغ قتل وغارت گری، بدترین جنگ وخوں ریزی کی اجازت شریعت اسلامیہ نہیں دیتی، ایک دوسروں کی مساجد، ادارے اور اہم مذہبی شخصیات کی توہین وقتل اسلامی مزاج سے میل نہیں کھاتا، اس لیے عالم اسلام کے مختلف ملکوں میں شیعہ سنی آویزش کو ختم کرنے اور بقاءِ باہم کے اصول کی روشنی میں میثاق مدینہ کو سامنے رکھ کر صلح وآشتی کا معاہدہ کرنا چاہیے، اس معاملہ میں اصحاب فکر ودانش اور عام مسلمانوں کی اپنے حلقہ اثر میں کام کی استطاعت کے اعتبار سے الگ الگ ذمہ داری ہے، علماء امن وآشتی کی راہ ہموار کرنے میں کلیدی رول ادا کریں اور عوام اپنے جذبہ سمع وطاعت سے اس مہم کو کامیابی سے ہم کنار کریں۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا جا چکا ہے، جن ملکوں میں سنی اور شیعہ کی مشترک آبادیاں ہیں، وہ اپنے اپنے مسلک ومذہب پر عمل کریں اور بقاء باہم کے اصول پر کوئی معاہدہ کر لیں، شریعت نے پڑوسیوں، ضعفاء اور انسانوں کو جو حقوق بحیثیت انسان عطا کیا ہے، اس کا پاس ولحاظ رکھیں تو باہمی منافرت اور جنگ وجدال کو روکا جا سکتا ہے؛ چونکہ مختلف ملکوں کے احوال الگ الگ ہیں، اس لیے وہاں کے احوال کے واقفین علماء ومذہبی پیشواؤں کو اصول وآداب بنانے چاہیے، دراصل علماء کے اختلاف کا ہی یہ سب شاخسانہ ہے، عوام پہلے بھی علماء کی مانتی تھی اور اب بھی ماننے کو تیار ہے۔

حضرت امیر شریعت سادس مولانا سید نظام الدین صاحب فرمایا کرتے تھے کہ امت کا اتحاد علماء کے اتحاد پر موقوف ہے، علماء اور مذہبی پیشوا جب تک کسی بات پر اور کسی معاہدہ پر متفق نہیں ہوں گے، یہ سلسلہ دراز ہوتا ہی رہے گا، یہ سارے معاملات اور چپقلش کی وجہ یہ ہے کہ اب لوگوں نے بقاء باہم کے بجائے تنازع للبقاء کو محور ومرکز مان لیا ہے، اسی لیے ہر بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو نگل جانا چاہتی ہے اور اپنے خلاف قوتوں سے مزاحم ہو کر اپنے وجود کو مستحکم رکھنے کے لیے کوشاں رہتی ہے، اس لیے علماء کو عوام کے ذہن سے یہ بات نکال کر بقاء باہم کی اہمیت اجاگر کرنی ہوگی اور بتانا ہوگا کہ جنگ تو خود ایک مسئلہ ہے، یہ مسئلہ کا حل کیا نکالے گی، خون کسی کا بہے، نسل انسانی کا خون ہے آخر، سب کو سمجھانا ہوگا کہ بھی مختلف مذاہب اور مسلک کے لوگ پرامن زندگی گذار سکیں گے؛ ورنہ برتری اور قبضہ کی جنگ میں سب کچھ خاکستر ہوتا چلا جائے گا، اس کا مطلب حق کے لیے جہاد سے انکار نہیں ہے، جہاد کے جو شرائط شریعت میں مذکور ہیں اس کی ان دیکھی کر کے لڑی جانے والی جنگ کو جہاد قرار دینا شرعی طور پر صحیح نہیں ہے، اس لیے اختلاف رائے کے باوجود ہم سب کو ایک امت بن کر رہنا ہے۔

فروعی مسائل میں الجھنے اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے اور قتل کرنے کے بجائے وحدتِ امت کے اسلامی تصور کو عام کیا جائے اور مختلف طبقات سے گذارش کی جائے کہ وہ اس حقیقت کو مان کر چلیں کہ مسلک عمل کے لئے ہے اور دین اسلام دعوت وتبلیغ کے لئے۔ □□

بقیہ— سوشل میڈیا....

فقہ اکیڈمی انڈیا)

مباحث فقہیہ جمعیۃ علماء ہند کے آٹھویں اجتماع کی تجویز ہے کہ اسلام میں بلاضرورت شرعی تصویر کھنچوانا ناجائز ہے لیکن اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ٹیلی ویژن اور دیگر ذرائع ابلاغ پر اعدائے اسلام یا شرپسند فرقہ پرست طاقتوں کی طرف سے کوئی ایسی چیز سامنے آئے جس سے اسلام کی شبیہ بگڑنے یا مسلمانوں کے حقوق کے ناقابل تلافی نقصان کا اندیشہ ہو تو اس کے دفاع کے لیے ٹیلی ویژن کے کسی پروگرام پر آنے کی ضرور تا گنجائش ہے (فقہی اجتماعات کے اہم فقہی فیصلے وتجاویز، ادارۃ المباحث الفقہیۃ جمعیۃ علماء ہند، ص ۴۷)

تاہم حضرات علماء نے اس فتوی میں بہت احتیاط سے کام لیا ہے اس لیے کہ علی الاطلاق اجازت تصویر کشی اور وڈیو سازی کی قباحت وحرمت کو دلوں سے کم کر دے گی اور اس کا بیجا استعمال اور غلط استعمال کثرت سے ہونے لگے گا جیسا کہ آج کل اس کا مشاہدہ بھی ہے اس لیے حتی الامکان جائز ذرائع کو استعمال کیا جائے اور ضرورت کی وجہ سے جدید آلات واسباب کو اختیار کرتے ہوئے اسلام کی نشر واشاعت اور اسلامی تعلیمات کے فروغ کی ہر ممکن جدو جہد وسعی کی جائے، اسلام کے خلاف جو منفی سوالات ہیں وہ جن ذرائع کے ساتھ استعمال ہو رہے ہیں انہی ذرائع کے ساتھ جواب دیا جائے۔ یہ قرآنی تعلیمات واعدوا لھم ما استطعتم کے تحت آتا ہے۔ آج ضرورت ہے کہ اس کے مفید اور مضر پہلو پر تفصیلی گفتگو کی جائے او راس کے نقصان سے بچتے ہوئے اس کے مثبت استعمال کو بروئے کار لایا جائے ایسا نہ ہو کہ ہمارے بیدار ہوتے ہوتے وقت نکل ہو چکا ہو۔ □□

بقیہ— مرزا غلام احمد قادیانی....

میں پیشگوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی پیشگوئی اس کے ہم پہلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی تواتر کا اوّل درجہ اس کو حاصل ہے''

(ازالہ اوہام خزائن ص ۴۰۰ ج ۳)

قادیانیو! تمہارے گرو نے تو صاف لکھدیا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم کے دنیا میں آنے کی بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں، اس کو سب نے مانا ہے اب اسکے خلاف نظریہ قائم کرنا کس قدر خیانت بلکہ مرزا قادیانی کی تکذیب بھی ہے۔

مرزا قادیانی میں مسیح کی صفات وعلامات نہیں پائی جاتی ہیں

ایک طرف آنحضرتؐ نے حضرت مسیحؑ کو سلام پہنچانے کا حکم فرمایا ہے تو اس کے ساتھ آپؐ نے حضرت مسیح عیسیٰ ابن مریمؑ کی علامات وصفات اور وہ کیا کارنامے انجام دیں گے اور کب تشریف لائیں گے، کتنی مدّت تک قیام فرمائیں گے اور انکے زمانے کا کیا نقشہ ہوگا یہ سب باتیں آپؐ نے تفصیل سے بتائی ہیں جو احادیث متواترہ سے ثابت ہیں اور یہ علامات وصفات مرزا قادیانی کے اندر دور دور تک نہیں پائی جاتی ہیں۔ اس لیے مرزا مسیح ابن مریم کا مصداق نہیں بن سکتا البتہ اس کو ایک دجال کہا جائے گا۔

اخیر میں راقم الحروف بھی قادیانیوں کو خود انہی کی اپنی نصیحت یاد دلاتے ہوئے دوبارہ احادیث نبویہ کو ہوش وخرد کے ساتھ پڑھنے کی دعوت دیتا ہے تاکہ جھوٹے مہدی ومسیح یعنی مرزا کو چھوڑ کر اصلی وسچے مہدی ومسیح کو ماننے کے سلسلے میں ان کو شرح صدر ہو جائے۔ وباللہ التوفیق۔ □□

بقیہ— کرکٹ کی تاریخ کے بہترین کوچز

۲۰۰۳ء سے ۲۰۰۷ء تک وٹمور نے بنگلہ دیش کی کوچنگ بھی کی۔ ان کی کوچنگ کے زمانے میں یہ تبدیلی ضرور آئی کہ بنگلہ دیش کی ٹیم نے بھی فتوحات حاصل کرنا شروع کر دیں۔ ۲۰۰۵ء میں وٹمور کی کوچنگ میں بنگلہ دیش نے اپنے پہلے ٹیسٹ میچ میں کامیابی حاصل کی۔ ۲۰۰۷ء کے ورلڈ کپ میں انھوں نے آسٹریلیا اور جنوبی افریقہ کو شکست سے ہمکنار کر کے دنیا کے کرکٹ کو حیران کر دیا۔ بنگلہ دیش نے ایک اور معرکہ سرانجام دیا۔ اس نے اس ورلڈ کپ میں بھارت کو بھی ہرا دیا اور سپر ۸ میں پہنچ گیا۔ ۲۰۰۷ء کے ورلڈ کپ کے اختتام پر وٹمور نے بنگلہ دیش کے کوچنگ سے استعفیٰ دے دیا۔ وٹمور کی کوچنگ میں ہی بھارت کی انڈر ۱۹ کرکٹ ٹیم نے ۲۰۰۸ء میں ملیشیا میں ورلڈ کپ جیت لیا۔ اس ٹیم کی قیادت ویراٹ کوہلی نے کی۔ ۲۰۱۰ء سے ۲۰۱۱ء تک ڈیو وٹمور نے کولکاتا نائٹ رائیڈرز کی کوچنگ کی۔ یکم جنوری ۲۰۱۲ء کو وٹمور نے کولکاتا نائٹ رائیڈرز کی کوچنگ چھوڑ دی۔ ۴رجنوری ۲۰۱۲ء کو وٹمور کو پاکستان کرکٹ بورڈ نے پاکستان ٹیم کا ہیڈ کوچ مقرر کر دیا۔ اس سے پہلے یہ فرائض محسن خان سرانجام دے رہے تھے۔ ان کی پہلی کامیابی یہ تھی کہ ان کی کوچنگ میں پاکستان نے ایشیا کپ جیت لیا۔ پھر بھارت میں پاکستان نے تین ایک روزہ میچوں کی سیریز جیتی۔ ان کا دو سالہ معاہدہ ۲۰۱۴ء میں ختم ہو گیا۔

مکی آرتھر: ۱۷رمئی ۱۹۶۸ء کو پیدا ہونے والے مکی آرتھر جنوبی افریقہ اور آسٹریلیا کے کوچ رہے ہیں اور پھر وہ سابق کرکٹر بھی ہیں۔ وہ جنوبی افریقہ کی ڈومیسٹک کرکٹ میں حصہ لیتے رہے۔ ۲۰۱۶ء سے ۲۰۱۹ء تک وہ پاکستان کرکٹ ٹیم کے کوچ رہے۔ ان کی کوچنگ میں پاکستان نے ۲۰۱۷ء میں چمپیئن ٹرافی اپنے نام کی۔ اس وقت وہ سری لنکا کرکٹ ٹیم کے ہیڈ کوچ کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ □□

بقیہ— ڈینگی بخار....

سے متعلق جاری کی گئی رپورٹس کے مطابق ڈینگی کے مچھر صاف پانی میں رہنا پسند کرتے ہیں اور طلوع آفتاب اور غروبِ آفتاب کے وقت زیادہ نمودار ہوتے ہیں، لہٰذا گھر میں کھانے پینے کی تمام اشیا حتیٰ کہ گھروں میں موجود پینے کے پانی کے برتن بھی ڈھانپ کر رکھیں، گھروں میں صفائی ستھرائی کا خاص خیال رکھیں، آس پاس موجود گڈھوں کو مکمل طور پر پاٹ دیا جائے تاکہ ان میں پانی جمع نہ ہو۔ گھروں میں استعمال ہونے والے ٹینکوں کو اچھی طرح صاف کیا جائے اور اس بات کا خیال رکھا جائے کہ پانی اسٹور کرنے والے برتن صبح و شام صاف کیے جائیں، اس کے علاوہ گملوں میں پانی جمع نہ ہونے دیں اور پودوں پر مچھر مار ادویات کا اسپرے تواتر سے کرتے رہیں، گھر میں موجود جڑی بوٹی ہربل کی دھونی دینے سے ہر قسم کے کیڑے مکوڑے، مچھر، لال بیگ اور چھپکلی وغیرہ ختم ہو جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں اگر ہربل کا سبز پودا کمرے میں رکھا جائے تو پھر مچھر کمرے میں داخل نہیں ہوتے۔ اگر جسم کے کھلے حصوں پر کڑوا تیل لگایا جائے تو مچھر کاٹنے سے پہلے ہی مر جاتا ہے، اس کے علاوہ جسم کے کھلے حصوں پر اینٹی موسکیٹو زلوشن وغیرہ لگانا بھی ٹھیک رہتا ہے، طبّی ماہرین ڈینگی سے متاثرہ مریضوں کے لیے صبح وشام پپیتے کے پتوں کا جوس پینا بے حد مفید قرار دیتے ہیں، ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ نیم گرم پانی میں شہد ملا کر دن میں تین بار پینے سے بھی ڈینگی بخار پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ قوتِ مدافعت کے لیے شہد کا ایک چمچہ نیم گرم پانی میں ڈال کر پیئیں۔ روغن تلخ (تارامیرا کا تیل) اگر جسم کے کھلے حصوں پر لگایا جائے تو مچھر کاٹنے سے پہلے ہی موت کے منہ میں چلا جاتا ہے۔ سیب، ناشپاتی اور انار کے جوس میں چند قطرے لیموں ڈال کر پینے سے ڈینگی بخار کم ہوتا ہے۔ پپیتے کے پتوں کا قہوہ بھی مدافعت کو بڑھاتا ہے، ڈینگی سے متاثر ہونے والے پلیٹ لیٹس کو بنانے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ گھروں میں لیمن گراس کے پودے گملے میں لگا کر رکھیں۔ ان کی خوشبو سے بھی مچھر بھاگ جاتے ہیں۔ □□

دنیا کا عظیم ترین
سکندر اعظم بھارت میں طاقت کا کیپسول
نیا بھروسہ ایک ہی کیپسول سے زبردست
طاقت و جسمانی کمزوری دور کریں
میڈیکل اسٹور سے خریدیں یا فون کریں:
09212358677, 09015270020

جمعیۃ علماء آندھرا پردیش و تلنگانہ کی جانب سے ۳۴۶ مقامات پر جلسہ سیرت النبی، مسابقہ اور سیرت کوئز کا انعقاد

دس روزہ اصلاح معاشرہ مہم میں نشہ بندی اور شرعی نکاح پر زور

حیدرآباد، ۱۹ر نومبر ۲۰۲۱ء: مولانا حافظ پیر شبیر احمد صدر جمعیۃ علماء تلنگانہ و آندھرا پردیش نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی انسانی تاریخ کی وہ منفرد اور ممتاز ترین شخصیت ہے جس کے حالاتِ زندگی، عادات و اطوار، ارشادات و فرمودات اور اخلاق حسنہ اس قدر تفصیل کے ساتھ تاریخ کے صفحات پر موجود ہیں کہ آنحضرتؐ کی زندگی ایک کھلی کتاب کے طور پر نسل انسانی کے سامنے ہے۔ آپ کی معاشرتی و خاندانی حتیٰ کہ ذاتی زندگی کا بھی کوئی پہلو تاریخ کی نگاہوں سے اوجھل نہیں رہا۔ اسے محض اتفاق قرار نہیں دیا جاسکتا کہ انسانی تاریخ اپنے دامن میں جناب رسول اللہ کے سوا کسی اور شخصیت کے احوال و اقوال کو اس اہتمام کے ساتھ محفوظ نہیں رکھ سکی۔ بلکہ یہ قدرتِ خداوندی کا اظہار اور اللہ تعالیٰ کے تکوینی فیصلے کا آئینہ دار ہے کہ جب اللہ رب العزت نے اپنے پاکیزہ کلام قرآن کریم میں جناب محمد رسول اللہؐ کی زندگی کو پوری نسل انسانی کے لیے اسوہ اور نمونہ قرار دیا تو اس اسوہ حسنہ اور نمونہ کامل کا اپنی تمام جزئیات و تفصیلات کے ساتھ تاریخ کے صفحات پر محفوظ رہنا اس حکم خداوندی کا تقاضہ ہے۔ چنانچہ ریاستی جمعیۃ علماء کی جانب سے مولانا حافظ پیر شبیر احمد صدر جمعیۃ علماء تلنگانہ و آندھرا پردیش کی ہدایت پر دونوں ریاستوں میں نئی نسل کو سیرت طیبہ سے واقف کرنے کیلئے گزشتہ کئی سالوں سے سیرت النبی کے جلسے، سیرت کوئز مقابلہ اور تحریر مسابقہ منعقد ہوتے آرہے ہیں۔ جس میں مسلم لڑکے لڑکیوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلم لڑکے اور لڑکیاں بھی حصہ لیتے ہے، اور جو اعلیٰ نمبرات سے کامیابی حاصل کرتے ہے ان کو گراں قدر انعامات سے نوازا جاتا ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ اکثر اعلیٰ نمبرات سے غیر مسلم لڑکے اور لڑکیاں پاس ہوتے ہے۔ امسال بھی ریاستی صدر محترم مولانا حافظ پیر شبیر احمد کی ہدایت پر دونوں ریاستوں کے جمعیۃ علماء کے ذمہ داران نے اپنے اپنے اضلاع منڈلوں، اور تعلقے میں کم وبیش ۳۵۶ مقامات پر سیرت النبی کے جلسے منعقد ہوئے، اس کے ساتھ ہی ساتھ سیرت النبی پر تحریری مسابقہ اور سیرت کوئز مقابلے ہوئے۔ طلباء اور طالبات کی ہمت افزائی کیلئے ریاست کے مؤقر علمائے کرام کے ساتھ بیرونی ریاستوں کے ممتاز علماء کرام کو مدعو کرکے ان کے دست مبارک سے گراں قدر انعامات سے نوازا گیا ہے۔

اسی طرح امسال بھی ریاستی صدر محترم کی زیر نگرانی جمعیۃ علماء ریاست تلنگانہ و آندھرا نے دونوں ریاستوں میں ''دس روزہ اصلاح معاشرہ مہم کا آغاز دونوں ریاستوں میں ہوچکا ہے جس میں نشہ بندی اور شرعی نکاح جیسے عنوان پر کئی اضلاع میں پروگرام چل رہے ہیں اور یہ پروگرام ۲۰ر دسمبر ۲۰۲۱ء تک چلتے رہیں گے۔ دونوں ریاستوں کے تمام اضلاع کے منڈلوں اور تعلقہ جات میں یہ پروگرام منعقد کئے جارہے ہیں۔ عوام کو شرعی نکاح کی طرف مائل کرنے اور نشہ بندی کے خلاف پوسٹر، اسٹیکر، اور بینر کے ذریعہ لوگوں میں شعور بیدار کیا جارہا ہے۔ ضلع ملکا جگری منڈل قطب اللہ پور میں بڑی تعداد میں یہ مہم شروع ہوچکی ہے، انشاء اللہ دیگر اضلاع میں بھی عنقریب آغاز ہوگا۔ ریاستی صدر محترم نے عوام الناس سے اپیل کی ہے کہ اس مہم میں علماء کے ساتھ جوڑ کر علماء کا ساتھ دیں۔

بارش سے متاثر ٹرین مسافرین میں کھانے کا پیکٹ تقسیم کیا گیا

نندیال ضلع کرنول، ۲۳ر نومبر ۲۰۲۱ء: جمعیۃ علماء آندھرا پردیش و تلنگانہ کے مولانا حافظ پیر شبیر احمد کے ایماء، حافظ پیر خلیق احمد صابر جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء آندھرا پردیش و تلنگانہ کے مشورے سے اور مولانا حافظ عبدالماجد نظامی صدر جمعیۃ علماء ضلع کرنول و نائب صدر آندھرا پردیش کے حکم سے جمعیۃ علماء نے نندیال میں شدید بارش کی وجہ سے جو ٹرینیں کئی گھنٹے دیری سے چل رہی تھیں اور ان میں کھانے پینے کی اشیاء کی قلت تھی ان کیلئے کھانے کا بندوست کیا گیا ہے۔ جو مسافر ٹرینوں کے بند ہونے کی وجہ سے اسٹیشن پر ٹھہر گئے تھے انھیں بھی کھانا تقسیم کیا۔ تقریباً چار سو مسافروں کو بلا تفریق مذہب کھانے کا پیکٹ تقسیم کیا گیا۔ اس خدمت میں اراکین جمعیۃ کے ساتھ اسٹیشن کے ذمہ دار محمد زبیر، اسٹیشن منیجر میٹرم مدھوشانی، مولانا رفیق، حافظ سید انور اور حافظ رحمت اللہ شریک تھے۔ اللہ پاک اراکین جمعیۃ علماء نندیال کی اس چھوٹی سی خدمت کو قبولیت سے نوازے آمین۔

نئے ووٹر لسٹ میں اپنا نام ضرور درج کرائیں

جمعیۃ علماء آندھرا پردیش و تلنگانہ کی عوام سے اپیل

حیدرآباد، ۸ر نومبر ۲۰۲۱ء: مولانا حافظ پیر شبیر احمد صدر جمعیۃ علماء تلنگانہ و آندھرا پردیش نے کہا ہے کہ حکومت کی جانب سے ووٹر لسٹ میں نئے ناموں کے اندراج کا آغاز ہوچکا ہے لہٰذا جس کی عمر اٹھارہ سال ہوچکی ہے خواہ وہ لڑکا یا لڑکی ووٹر لسٹ میں اپنے اپنے ناموں کا انداج کرائیں، اس طرح ماضی میں حق رائے دہی سے محروم افراد بھی اپنا نام درج کراسکتے ہیں، نئے ناموں کے ساتھ ناموں کے غلطیوں، ووٹر لسٹ سے ناموں کے اخراج اور اگر کوئی اعتراض ہو تو اس کیلئے بھی درخواستیں دے کر اسے درست کراسکتے ہے، اگر کسی کا انتقال ہوچکا ہے یا دوسرے علاقے میں منتقل ہوگئے ہیں ان کے ناموں کو ٹرانسفر کرنے کی بھی حکومت کی جانب سے سہولت فراہم کی گئی ہے، صدر محترم نے کہا کہ ہمیں اپنے ووٹ دینے کا حق تبھی حاصل ہوگا جب ہمارا نام ووٹر لسٹ میں موجود ہوگا، اکثر مسلم علاقوں میں ووٹر آئی ڈی کے مسئلہ میں کام جس طرح ہونا چاہئے اس طرح نہیں ہو پاتا، اور ہم لوگ اس سلسلے میں دلچسپی بھی نہیں لیتے ہیں جس کی وجہ سے ووٹ ڈالتے وقت بہت سی پریشانیاں آتی ہیں، ووٹ ڈالنا ایک ملی فریضہ، ایک گواہی اور ہمارا جمہوری حق ہے، جس کیلئے ووٹر آئی ڈی ضروری ہے، جو آپ کی شناخت اور پہچان ہوتے ہے، اس کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے ائمہ حضرات خاص طور پر اس جانب توجہ دیں اور جمعہ کے موقع پر عوام الناس میں اس سلسلے میں بیداری پیدا کریں، ہم اپنے گھر کا جائزہ لیں، اپنے رشتہ داروں و پڑوسیوں کو اس جانب توجہ دلائیں، اور دیگر تنظیموں کو بھی اس سلسلے میں مسلسل کوشش کرنا چاہئے۔ صدر محترم نے کہا کہ اس موقع کو غنیمت جان کر اس میں اپنے ناموں کا اندراج کرائیں اور جن لڑکے اور لڑکیوں کی عمر اٹھارہ سال کی ہوچکی ہے وہ اپنا نیا آئی ڈی جلد از جلد بنالیں، انشاء اللہ ریاستی جمعیۃ علماء اپنے اپنے اضلاع، منڈلوں، تعلقہ، جات میں کوشش کرکے زیادہ سے زیادہ لوگوں کا ووٹر لسٹ میں ناموں کا اندراج کرے گی۔

واضح رہے کہ حکومت کی جانب سے یہ مہم ۱۵ر دسمبر ۲۰۲۱ء تک جاری رہے گی۔

حج کمیٹی آف انڈیا نے حج ۲۰۲۲ء کی تفصیل پیش کی

حج ہاؤس میں مرکزی وزیر برائے اقلیتی امور اور ڈپٹی لیڈر راجیہ سبھا مختار عباس نقوی نے حج ۲۰۲۲ء کے متعلق ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یکم نومبر سے درخواستوں کی وصولیابی کے بعد سے اب تک ۲۵ دنوں میں بیس ہزار درخواستیں ملی ہیں۔ انھوں نے مزید کہا کہ عازمین حج خود آن لائن درخواستیں دے رہے ہیں اور وہ بھی موبائل کا استعمال کر رہے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ اس مرتبہ سے موبائل ایپ پر بھی درخواست دینے کی سہولت فراہم کی گئی ہے۔ ملک بھر کے وقف دفاتر میں بھی درخواستیں دی جاسکتی ہیں جبکہ اس حج سیزن میں ملک بھر سے صرف دس مقامات سے حجاج کرام فریضہ حج کے لیے روانہ ہوں گے۔ مرکزی وزیر برائے اقلیتی امور نے کہا کہ گزشتہ سات برسوں میں ہندستان سے حج سفر کے انتظامات میں اہم اصلاحات اور سہولتوں کی فراہمی سے حج کے عمل کو بیحد آسان بنایا گیا ہے، انھوں نے کہا کہ اس عرصے میں حج سبسڈی ختم کرنے، بغیر محرم کے حج کی پابندی ہٹائے جانے کے ساتھ ساتھ حج کو مکمل طور پر ڈیجیٹل کرنے جیسی اصلاحات سے 'ایز آف ڈوئنگ' حج کو قوت حاصل ہوئی۔ واضح رہے کہ کورونا وبا کی وجہ سے دو سال سے سعودی عرب نے بیرونی ملک کے حجاج کرام پر پابندی عائد کی ہوئی ہے لیکن حج ۲۰۲۲ء سے حج حسب معمول ہونے کے امکانات ہیں۔ اس کے پیش نظر حج کمیٹی آف انڈیا نے حج ۲۰۲۲ء کی تفصیل پیش کی۔ وزیر موصوف نے امید ظاہر کی کہ ماضی کی طرح اس مرتبہ بھی حج پرامن اور بہتر انداز میں تکمیل کو پہنچے گا۔ مرکزی وزیر نقوی نے مزید کہا کہ مستقبل میں حج نئی اصطلاحات تو سہولتوں کے ساتھ ہوگا بلکہ صد فیصد ڈیجیٹل اور آن لائن ہوگا اور درخواستیں حج موبائل ایپ سے بھی کی جاسکی گی۔ آن لائن درخواست دینے کا عمل شروع ہوچکا ہے۔ آخری تاریخ ۳۱ر جنوری ۲۰۲۲ء رکھی گئی ہے۔ اب تک بیس ہزار درخواستیں موصول ہوئی ہیں۔

مراسلات

ادارہ کا مراسلہ نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں

اپنی ملّی غیرت کو جگاؤ

مکرمی! کوئی دور تھا جب عیسائی دنیا مسلمانوں کی زندگی کو بطور مثال پیش کر کے اپنی عوام کو غیرت دلایا کرتی تھیں۔ ڈاکٹر ریپر اپنی کتاب 'معرکہ مذہب و سائنس' میں بتاتا ہے کہ جس دور میں اسپین کے جنگل تک روشنی سے بقعۂ نور بنے ہوئے تھے اس دور میں لندن کے گلی کوچوں کا یہ حال تھا کہ لوگ تاریکی میں نکلتے ہوئے ڈرتے تھے حتیٰ کہ گلیوں میں بھی روشنی نہیں تھی، عیسائی اور ان کے رہنما اسپین کی مثال دے کر اپنے ہم وطنوں کو غیرت دلایا کرتے تھے کہ مسلمان کہاں ہے اور عیسائی کہاں، لیکن آج حالات کا رنگ بدل چکا ہے ہم عیسائیوں اور مغربی قوموں کی مثالیں دیکر مسلمانوں کو غیرت دلاتے ہیں کہ وہ کہاں کھڑے ہیں اور دوسرے کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔

ہندوستان میں عیسائیوں کے جو مذہبی ادارے ہیں انھیں ہر سال کروڑوں روپے کی امداد بلا غل وغش برابر ملتی رہتی ہے، اس امداد سے نہ صرف مشنریوں کا کام چلتا ہے بلکہ لاکھوں روپے کا لٹریچر مفت تقسیم کیا جاتا ہے اعلیٰ پیمانے پر اسکول چلاتے ہیں اور جگہ جگہ اسپتال قائم کرتے اور مریضوں کو مفت دوائیں دیتے ہیں۔ آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ ہندوستان کے ایک ایک مشنری اور پادری کو کئی ہزار روپئے ماہانہ ملتے ہیں نیز بے نظیر کتب خانے بھی ہیں، یہ کروڑوں روپے کون مہیا کرتا ہے۔ یہ رقم مغربی ممالک سے آتی ہے اور خود عیسائی قومیں اسے فراہم کرتی ہیں، اس امداد کے لئے نہ کبھی کوئی کسی سے اپیل کرتا ہے اور نہ اس کے لئے مغربی ممالک کیلئے دورے کئے جاتے ہیں۔ یورپ کے عیسائی اپنے غیر ملکی مشنری کی امداد کو نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور اس امداد میں زیادہ تر حصہ خدا ترس خواتین کا ہوتا ہے، ایسی امداد کا مقصد تو عیسائی مذہب کی تبلیغ ہے، ضمنی طور پر اس سے انسانی خدمت بھی انجام دی جاتی ہے صرف اسپتالوں اور اسکولوں پر سالانہ کروڑوں روپے صرف کیا جاتا ہے، کتابیں، کتابچے اور اشتہارات کی بھرمار ہے اور یہ سارا لٹریچر طلب کرنے والے کو مفت مہیا کیا جاتا ہے۔

افسوس کہ آج ہم عیسائیوں کے کارنامے کو یاد دلا کر مسلمانوں میں غیرت کی گرمی پیدا کرنے پر مجبور ہوئے ہیں، جو ملت مثالی تھی وہ آج دوسروں کی مثالوں سے بھی سبق حاصل کرنا نہیں چاہتی۔ اس سلسلے میں ہم یہودیوں کی بھی مثالیں پیش کر سکتے ہیں کہ اسرائیل کے قیام و بقا میں ان کی امداد کا کتنا دخل ہے حالانکہ دنیا بھر میں یہودیوں کی تعداد بہت زیادہ نہیں ہیں۔ ہندوستان میں برادرانِ وطن کی مثال تو مسلمانوں کے سامنے ہیں، کتنے ان کے کالج اوقاف سے چل رہے ہیں۔ دھرم شالاؤں اور آشرموں کا نظام بھی بہت اہمیت رکھتا ہے پھر لطف یہ کہ ان کے اخبارات اپنے اداروں کے لئے چندہ اور امداد کی اپیلیں نہیں کرتے، اپیل کے بغیر ہی سرمایہ دار اور عام لوگ امداد دے کر اپنے فلاحی اداروں کا کام چلاتے ہیں اور اس تسلسل میں کبھی فرق نہیں آنے دیتے مگر ایک مسلمانوں کے ادارے ہیں جو ملت سے امداد کی اپیلیں کرتے کرتے اپنی زبانوں کو بھی خشک کر دیتے ہیں اور اس کا خاطر خواہ اثر نہیں ہوتا۔ وقت کا اہم تقاضا ہے کہ مسلمان اپنی ملی عقیدت اور اسلامی حمیت کے نام پر اپنے اداروں کو کام کا موقع دیں اور اس کے لئے وسائل مہیا کئے جائیں۔ یہ درہم و دینار کا زمانہ ہے، اس کے بغیر کوئی کام چھوٹا ہو یا بڑا انجام نہیں پا سکتا۔

مفتی محمد طفیل قادری القاسمی، صدر جمعیۃ علماء دیانہ آوٹر

اچھی صحت کے لئے سادہ سا نسخہ

مکرمی! عالمی ادارہ صحت نے جسمانی اور دماغی صحت کے لئے کام کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔ کام سے انسان میں جوانی رہتی ہے اور بڑھاپا آنے کی رفتار کم ہوجاتی ہے لیکن کام آدمی کی صلاحیت کے مطابق ہونا چاہیے۔ سب سے زیادہ ضروری بات یہ ہے کہ انسان میں حس ظرافت برقرار رہنی چاہیے۔ خوش رہنا چاہیے۔ باتیں سننا اور قہقہے لگانے چاہیے۔ زندگی زندہ دلی کا نام ہے۔ مردہ دلی بڑھاپے سے بھی بدتر ہے، اس لئے زندہ دلی کو ہر قیمت پر برقرار رکھنا چاہیے۔ بڑی عمر میں آنتوں کے فعل کی سستی کیلئے لوگ دوائیں تلاش کرتے ہیں۔ قبض کا بہترین علاج ورزش ہے۔ یہ کم خرچ ہی نہیں بلکہ بے خرچ اور بالا نشیں ہے۔ بہت سے لوگ جن تکالیف کو بڑھاپے سے منسوب کرتے ہیں وہ دراصل ورزش نہ کرنے کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ ایک کہاوت ہے کہ تم اتنے ہی بوڑھے ہو جتنا بوڑھا اپنے آپ کو خیال کرتے ہو۔ ماہرین کے مطابق اچھی صحت برقرار رکھنا کچھ مشکل کام نہیں۔ اکثر لوگوں کو معلوم ہے کہ اس مقصد کے لئے اچھے اصولوں کو اپنانا ایک بالکل ہی آسان عادت ہے۔ اچھی صحت قائم رکھنے کے چار اصول بیان کئے گئے ہیں۔ صفائی کی عادت، ورزش، متوازن خوراک اور مناسب مقدار میں نیند۔ ان چاروں نکات پر توجہ دینے سے کوئی بھی شخص زندگی کا زیادہ سے زیادہ لطف اٹھا سکتا ہے۔ روزانہ غسل کرنا صحت مند رہنے کا آزمودہ اور پہلا نسخہ ہے۔

دوسرا اصول ورزش ہے جو ہر اس شخص کے لئے ضروری ہے جو اپنی صحت اچھی رکھنا چاہتا ہے۔ ماہرین کے مطابق کھانا کھانے کے دو یا تین گھنٹے کے بعد ورزش کرنی چاہیے۔ اچھی صحت کے لئے متوازن خوراک بھی ضروری ہے۔ بہت سے لوگ بہت زیادہ اور بہت تیز تیز کھاتے ہیں۔ یہ طریقہ صحیح نہیں۔ غذا آہستہ آہستہ کھائی جائے تاکہ وہ معدے میں پہنچ کر اچھی طرح ہضم ہوسکے۔ کافی مقدار میں سبزی اور موٹا اناج یا موٹے آٹے کی روٹی کھانی چاہیے۔ غذا میں پروٹین والی اشیاء جیسے گوشت وغیرہ بھی مناسب مقدار میں استعمال کرنی چاہئیں۔ چوتھا اصول مناسب نیند ہے۔ ہماری پوری زندگی میں سے ایک تہائی نیند میں گزرتی ہے۔ بستر اور سونے کا ماحول مناسب ہو تو بے خوابی کے مریضوں کو بھی نیند آجاتی ہے۔ سوتے وقت موبائل فون کو کمرے میں نہیں رکھنا چاہیے۔ صرف کوئی کتاب پاس رکھ لیں اور چند صفحات پڑھ کر سو جائیں۔ مستند ماہرین طب کا دعویٰ ہے کہ اگر ہم اپنی غذا کو دودھ اور سبزی تک محدود کر دیں تو بیماریاں بڑی حد تک کم ہوجائیں گی۔ یہ اور بات ہے کہ اب خالص دودھ حتیٰ کہ خالص سبزیاں بھی نایاب ہوچکی ہیں۔ سبزیوں کی جہاں تک بات ہے تو وہ گھروں میں بھی اگائی جاسکتی ہیں۔ کچن گارڈنگ کا تصور دنیا میں تیزی سے پھیل رہا ہے۔ اسے بھی ہم اپنا کر اپنے خاندان کا بھلا کرسکتے ہیں۔

عارف عزیز، بھوپال

ALJAMIAT (URDU WEEKLY) NEW DELHI Postal Registration No. DL(C)-01/1267/2021-23
Publishing Date: 19 November 2021 Posting Days MON. TUE. at N.D.P.S.O. New Delhi R.N.I. 38985/82

منظر پس منظر

عارف عزیز، بھوپال

• ایک ملک، ایک الیکشن کی تجویز کیوں لائی گئی؟

• مسلم آبادی میں اضافہ ایک بھرم ہے • مستحکم جمہوریت کیلئے اپوزیشن کا استحکام ضروری

ایک ملک، ایک الیکشن کی تجویز کیوں لائی گئی؟

گذشتہ چند برس قبل ہندوستان میں ایک ملک ایک الیکشن کی تجویز پیش کی گئی تھی جس پر سیاسی جماعتوں نے اپنی اپنی رائے ظاہر کی تھی۔ کئی جماعتوں نے اس کی مخالفت کی تھی اور بی جے پی نے اس کی تائید کی تھی۔ کچھ وقت موضوع بحث رہنے کے بعد یہ تجویز دب سی گئی تاہم اب وزیر اعظم نریندر مودی نے ایک بار پھر یہ تجویز پیش کی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ ایک ملک میں ایک ہی مرتبہ انتخابات ہونے چاہئیں۔ ان کا مطلب یہی تھا کہ

> بی جے پی چاہتی ہے کہ جس طرح اسے مرکز میں اقتدار حاصل ہورہا ہے اسی طرح ریاستوں میں بھی اقتدار حاصل ہوتا جائے۔ راجیہ سبھا میں اس کو خاطر خواہ اکثریت حاصل ہوجائے اور وہ اپنے من مانی فیصلے کرتے ہوئے ملک کے آئین و دستور میں تبدیلیاں اپنی مرضی سے لاسکے۔

ریاستی اسمبلیوں اور پارلیمنٹ کیلئے بیک وقت انتخابات ہونے چاہئیں اور یہ انتخابات الگ الگ اپنے اپنے وقتوں پر نہیں ہونے چاہئیں۔ وزیر اعظم کی یہ تجویز ایک طرح سے بی جے پی کی جانب سے ملک کی تمام ریاستوں پر قبضہ جمانے کی کوشش کے مترادف ہے۔ بی جے پی چاہتی ہے کہ جس طرح اسے مرکز میں اقتدار حاصل ہورہا ہے اسی طرح ریاستوں میں بھی اقتدار حاصل ہوتا جائے۔ راجیہ سبھا میں اس کو خاطر خواہ اکثریت حاصل ہوجائے اور وہ اپنے من مانی فیصلے کرتے ہوئے ملک کے آئین و دستور میں تبدیلیاں اپنی مرضی سے لاسکے۔ ہندوستان ایک وسیع تر جمہوریت ہے۔ ملک کے دستور میں جمہوریت کو مقدم رکھا گیا ہے۔ ملک کے عوام کی رائے کو اہمیت دی گئی ہے۔ ہندوستانی جمہوریت دنیا کی دوسری سب سے بڑی جمہوریت کہلاتی ہے اور اس کی انفرادیت اور خوبصورتی یہی ہے کہ مرکز میں جہاں کوئی جماعت اقتدار میں ہوتی ہے وہیں ریاستوں میں کوئی دوسری جماعت کو عوام اقتدار سونپتے ہیں۔ قومی سطح کے مسائل مختلف ہوتے ہیں اور ریاستوں کے جو مسائل ہوتے ہیں ان کی نوعیت کچھ الگ ہوتی ہے۔ اسی بنیاد پر عوام مرکزی و ریاستی حکومتوں کے تعلق سے اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں۔ انہیں اقتدار حوالے کیا جاتا ہے اور پانچ سال تک حکمرانی کا موقع دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بی جے پی اس جمہوری عمل کو بھی بدلنا چاہتی ہے۔ وہ ایک طرح سے الگ الگ مسائل پر الگ الگ نمائندوں کو منتخب کرنے عوام کے حق کو ختم کرنا چاہتی ہے۔ یہ عمل دستور ہند کے خلاف ہے اور بی جے پی اور اس کے قائدین اسی کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔

ہمارے سامنے مثالیں موجود ہیں کہ کس طرح سے عوام نے مرکز میں ایک جماعت کو اقتدار سونپا ہے تو ریاستوں میں دوسری جماعتوں کو انہوں نے ترجیح دی ہے۔ ریاستی سطح پر جو مسائل ہوتے ہیں وہ الگ ہوتے ہیں اور قومی سطح کے مسائل بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ اسی کی بنیاد پر غور وفکر کے بعد عوام اپنے ووٹ کا استعمال کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ کئی مواقع پر ہندوستان میں دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک ریاستی حکومت اپنی معیاد پوری کرنے سے قبل ہی زوال کا شکار ہوجاتی ہے۔ برسر اقتدار جماعت ہی کے ارکان اسمبلی اپنے ہی لیڈر کے خلاف علم بغاوت بلند کردیتے ہیں۔ ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں اور حکومتیں زوال کا شکار ہوجاتی ہیں۔ ایسے میں ریاستوں میں وسط مدتی انتخابات ضروری ہوجاتے ہیں۔ بی جے پی یا اس کے قائدین کے پاس اس صورتحال کا کوئی حل موجود نہیں ہے۔ صرف گورنر راج یا صدر راج کے ذریعہ حکومت کے کام کاج کو آگے بڑھانا جمہوریت کیلئے اچھا نہیں ہوسکتا۔

مسلم آبادی میں اضافہ ایک بھرم ہے

فرقہ پرست تنظیموں نے سماج کو مختلف خانوں میں تقسیم کر کے الیکشن میں فائدہ اٹھانے کو ایک مستقل حکمتِ عملی کے طور پر اپنا لیا ہے۔ جب بھی ملک یا ریاستوں میں الیکشن کا اعلان ہوتا ہے تو دو نعرے خاص طور پر لگائے جاتے ہیں، ایک ہندوؤں کی تبدیلیٔ مذہب کیلئے تحریک دوسرے مسلمانوں کی آبادی میں اضافہ، اس مرتبہ بھی اتر پردیش کے اسمبلی الیکشن میں دونوں موضوعات کو خوب بڑھا چڑھا کر اُبھارا گیا۔ یہاں تک کہ اس میں مرکزی وزراء نے بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ مرکزی وزیر ریاست برائے داخلہ کرن رجیجو نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ملک میں ہندوؤں کی آبادی میں کمی آرہی ہے، کیونکہ ہندو دوسروں کے مذہب تبدیل کرا کے اپنی تعداد نہیں بڑھاتے، اس کے برعکس اقلیتوں کی آبادی یہ کام کرتی رہی ہے۔

حالانکہ ۲۰۱۱ء کی مردم شماری کے اعداد وشمار کے بموجب ملک میں ہندوؤں کی آبادی کا تناسب ۷۹ء۸ فیصد اور مسلمانوں کی آبادی کا تناسب ۱۴ء۲۳ فیصد رہا ہے۔ ماہرین کے مطابق دونوں کی آبادی میں اس اضافہ کے تناسب کا رجحان ایک دوسرے سے میل کھاتا ہے۔ حالانکہ تقریر بیانات اور سوشل میڈیا کے ذریعہ یہ بھرم پھیلایا جارہا ہے کہ یہی حالت رہی تو ملک میں مسلمانوں کی آبادی ہندوؤں سے زیادہ ہوجائے گی۔ جس میں کوئی سچائی نہیں کیونکہ ایک دہائی کے دوران مسلمانوں کی آبادی کی شرح بھی پہلے سے کم ہوئی ہے اور اس میں مزید تخفیف تعلیم میں کمی دور ہونے پر ہوجائے گی۔ یہ بھی ایک سچائی ہے کہ کیرالا میں مسلمانوں کی شرح پیدائش شمالی ہندوستان اور خود کیرالا کے ہندوؤں کے مقابلہ میں کم نوٹ کی گئی ہے، کیونکہ وہاں کے مسلمان اول تو زیادہ تعلیم یافتہ ہیں دوسرے آسام، مغربی بنگال، اتر پردیش اور مہاراشٹر کے مسلمانوں سے زیادہ خوش حال ہیں۔ اس کی تائید یوں بھی ہوتی ہے کہ دلتوں اور آدیواسیوں میں آبادی کے اضافہ کا تناسب کافی زیادہ ہے اور ان کی ناخواندگی اور پسماندگی ہی اس کی بنیادی وجہ ہے۔

مذکورہ تفصیلات سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ فرقہ پرست عناصر کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف جو پروپیگنڈہ ہورہا ہے کہ ان کی آبادی ہندوؤں سے زیادہ ہوجائے گی اس میں سچائی نہیں ہے اور یہ باتیں ہندو آبادی کو مسلمانوں کے بڑھنے سے خطرات کا ہوا دکھا کر ان کے ووٹ اپنی طرف راغب کرنے کے مقصد سے ہورہی ہیں، الیکشن کے موقع پر خاص طور سے یہ خوف ابھارا جاتا ہے جیسا کہ اتر پردیش کے حالیہ الیکشن میں نظر آیا اور اِس کی وجہ سماجی بھید بھاؤ بھی بڑھ رہا ہے۔

مستحکم جمہوریت کیلئے اپوزیشن کا استحکام ضروری

ہندوستان میں ایک مستحکم جمہوریت کیلئے اپوزیشن کا مضبوط ہونا ضروری ہے۔ مرکز میں جب سے نریندر مودی زیر قیادت حکومت آئی ہے اپوزیشن پارٹیوں کی قوت گویائی بھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سلب کرلی گئی ہے۔ سب سے بڑی اپوزیشن کے موقف سے محروم پارٹیوں کو باہمی اتحاد کے لئے بھی آپسی رسہ کشی میں مبتلا دیکھا جارہا ہے۔ ۲۰۰۴ء میں کانگریس زیر قیادت جس یو پی اے کو تشکیل دیا گیا تھا، اس میں غیر بی جے پی، غیر فرقہ پرست پارٹیاں شامل تھیں۔ اب کانگریس ہی اپنی قیادت کیلئے فکرمند ہے تو یو پی اے کو چیرپرسن کی تلاش بھی مشکل ہوجائے گی۔ سیاسی پارٹیوں کی عوامی رابطہ میں کمی سے بھی زوال شروع ہوجاتا ہے۔ ہر پارٹی کو جو انتخابات میں کمزور مظاہرہ کرتی ہے، اپنی ناکامی کے بعد عوامی رابطے کو ازسرنو زندہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے لیکن کانگریس کی قیادت خود اپنے وجود کو لیکر فکرمند ہے اور پارٹی کی قیادت سنبھالنے کا مسئلہ تعطل کا شکار ہوجائے تو ہر ریاست، ضلع، منڈل، گاؤں میں پارٹی کی شاخ کے لیڈر اور کارکنوں کی حوصلہ افزائی کا مسئلہ جوں کا توں رہ جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ آج قومی سطح پر اپوزیشن پارٹیوں کو اپنے استحکام کیلئے فکرمند ہونا پڑ رہا ہے۔ ویسے ہندوستانی سیاست میں کبھی بھی کچھ ہوسکتا ہے۔ سیاست میں کب کیا ہوگا یہ کہا نہیں جاسکتا۔ اگر یو پی اے کو متحرک کرنا ہے تو حرکیاتی قیادت کو یہ ذمہ داری دی جانی چاہئے۔ کانگریس کو اپنا نیا صدر بھی منتخب کرنا ہے۔ آئندہ سال کے اوائل میں یہ انتخاب ضرور ہوجانا چاہئے۔ راہل گاندھی جب سے مستعفی ہوئے ہیں، سونیا گاندھی قائم

> بی جے پی نے سب سے پہلے سیاسی پارٹیوں کے اتحاد کو کمزور کیا، سیاسی جماعتوں کو کمزور کر کے مضبوط قیادتیں تیار کرنے میں کامیاب بی جے پی دن بہ دن قوی ہورہی ہے۔ بی جے پی کے اندر سیاسی طاقت نے اپنی خوب نشوونما کرلی ہے اور دن بہ دن پروان بھی چڑھ رہی ہے لیکن اپوزیشن روبہ زوال ہے۔

مقام صدر کی حیثیت سے کام کررہی ہیں، راہل گاندھی کو دوبارہ عہدہ سنبھالتے ہیں فی الحال تذبذب برقرار ہے۔ اس تناظر میں اگر ہر سیکولر پارٹی بی جے پی کے خلاف مضبوط اتحاد بنانے میں ناکام ہوتی ہے تو پھر بی جے پی اپنی سیاسی بالادستی کے ساتھ راج کرتی رہے گی اور اس ملک کی جمہوریت کمزور ہوجائے گی۔ بی جے پی حکومت کی اہلیت اور قابلیت اور کارکردگی سے واقف عوام کو افسوس اس بات کا ہے کہ اب ملک میں بی جے پی کے مقابل متبادل سیاسی طاقت یا سیاسی لیڈر نہیں ہے جو یو پی اے کی قیادت کرتے ہوئے اس اتحاد کو طاقت بخشے۔ بی جے پی نے سب سے پہلے جو کام کیا ہے وہ سیاسی پارٹیوں کے اتحاد کو کمزور کرنے میں کامیاب ہوئی ہے۔ سیاسی جماعتوں کو کمزور کر کے مضبوط قیادتیں تیار کرنے میں کامیاب بی جے پی دن بہ دن قوی ہورہی ہے۔ بی جے پی کے اندر سیاسی طاقت نے اپنی خوب نشوونما کرلی ہے اور دن بہ دن پروان بھی چڑھ رہی ہے لیکن اپوزیشن روبہ زوال ہے۔ □□

جمعیۃ علماء ہند کے محترم صدر اور دارالعلوم دیوبند کے معاون مہتمم
امیرالہند حضرت مولانا قاری سیدمحمد عثمان صاحب منصورپوری نوراللہ مرقدہٗ
کی حیات و خدمات پر مشتمل
ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی کا
امیرالہند رابع نمبر
انشاء اللہ ماہ نومبر ۲۰۲۱ء میں منظرعام پر آرہا ھے
تفصیلات آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں
رابطہ ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱/۱ بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489 — ای میل: aljamiatweekly@gmail.com

ہفت روزہ الجمعیۃ انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہے، لاگ آن کریں: www.aljamiat.in
رابطہ: 9811198820 ای۔میل: aljamiatweekly@gmail.com

ضروری اعلان

آپ براہِ کرم مدتِ خریداری ختم ہوتے ہی زرسالانہ ارسال فرمائیں۔ خط وکتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
ادائیگی کے طریقے: 1 بذریعہ منی آرڈر
2 Paytm یا PhonePe کے ذریعہ 9811198820 پر
ALJAMIAT WEEKLY
3 آن لائن ادائیگی کیلئے بینک اکاؤنٹ کی تفصیل
A/c. 912010065151263
Axis Bank, Branch: Chitranjan Park, N.D.
IFS Code : UTIB0000430

شرح خریداری

سالانہ	200/-
ششماہی	100/-
فی پرچہ	5/-
پاکستان اور بنگلہ دیش کے لئے	2500/-
دیگر ممالک کے لئے	3000/-

رابطہ: منیجر ہفت روزہ الجمعیۃ مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱/۱ بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
فون: 011-23311455

Printed & Published by SHAKIL AHMAD SYED on behalf of Jamiat Trust Society printed at Shervani Art Printers, 1480, Qasimjan Street, Ballimaran, Delhi-6 and Published from Madani Hall,1, Bahadur Shah Zafar Marg, New Delhi-110002. Editor MOHD. SALIM, Ph. No. 23311455, 23317729, Fax No.: 23316173.
Designing & Composing: HUMRAN AZMI